ماہنامہ ''صدائے مروہ'' لکھنؤ

دعوتی اور تعلیمی مقاصد کے لئے

سوشل میڈیا کا استعمال

ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۷ء

ایڈیٹر
منور سلطان ندوی

مروہ ایجوکیشنل فاؤنڈیشن لکھنؤ

فہرست مضامین

یہ شمارہ

ایک طویل انتظار کے بعد آپ کے ہاتھوں تک پہنچ رہا ہے، ہم نے اپنی بساط بھر اس کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی ہے، ہماری یہ کوشش کتنی کامیاب ہوئی اس کا فیصلہ آپ کریں گے، اس شمارہ کی خاص بات یہ ہے کہ چند مضامین کے علاوہ باقی سب تازہ ہیں، اور اسی شمارہ کے لئے لکھوائے گئے ہیں۔ ضخامت کے پیش نظر اس شمارہ کو ستمبر اور اکتوبر کا مشترکہ شمارہ سمجھا جائے۔

اس خصوصی شمارہ کے بارے میں قارئین کی رائے کا انتظار رہے گا۔

مدیر تحریر

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط پروپیگنڈوں کے مقابلہ کے لئے

سوشل میڈیا کا منظم اور بھرپور استعمال وقت کی اہم ضرورت!!

گذشتہ دو دہائیوں میں سوشل میڈیا نے عالمی انقلابات میں جو زبردست کردار ادا کیا ہے، وہ اہل فکر ونظر سے مخفی نہیں نہیں، تیونس کے انقلاب سے لے کر مصر وشام کے انقلاب تک سوشل میڈیا کی کارفرمائی ظاہر ہے، گذشتہ چند ماہ قبل ترکی میں صدر رجب اردگان کے خلاف ہونے والے زبردست انقلاب کی ناکامی بھی اسی سوشل میڈیا کی مرہون منت ہے، خود ہمارے ملک میں متعدد ایسے واقعات ہیں جنہیں ملکی میڈیا نے نظر انداز کیا، مگر سوشل میڈیا میں خبر وائرل ہونے کی وجہ سے اصل میڈیا کو اس کی طرف توجہ دینی پڑی۔

سوشل میڈیا کی حیرت انگیز قوت اور ناقابل تصور اثر کی وجہ سے دنیا کی ہر قوم، اور مختلف نظریات کے علمبردار اپنے افکار ومعتقدات (ideology) کو موثر طریقہ پر لوگوں تک پہونچانے کے لئے ان ذرائع کا استعمال پوری منصوبہ بندی کے ساتھ کر رہے ہیں، خود سیاسی جماعتیں اپنی پارٹیوں کے اثر ونفوذ کو بڑھانے اور اپنی پارٹی کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے ان ذرائع کا استعمال بڑی چابکدستی سے کر رہی ہیں، اور اس مقصد کے لئے اپنے بجٹ کا بڑا حصہ خرچ کر رہی ہیں، گذشتہ الیکشن میں زعفرانی پارٹی کی کامیابی کے اسباب میں سے ایک اہم سبب اس سوشل میڈیا کی کیمیا اثری کو بھی سمجھا گیا ہے۔

اس تناظر میں غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ اس بارے میں مسلمانوں کا کیا

حال ہے، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کی طرح یہاں بھی مسلمانوں کا وجود صفر کے برابر ہے، ایسا نہیں کہ مسلمان سوشل میڈیا کی اہمیت سے واقف نہیں ہیں، اور نہ ایسا ہے کہ مسلمانوں کا بڑا طبقہ اس سے جڑا نہیں ہے، لیکن بحیثیت مجموعی سوشل میڈیا پر اس کی سرگرمیوں کا مرکز تفریحی پروگراموں اور کسی قدر خبروں کے علاوہ اور کیا ہے، اصل میں یہ مسئلہ عوام کا نہیں بلکہ خواص امت کا ہے، انہیں یہ طے کرنا چاہیے کہ سوشل میڈیا جیسے اہم، موثر اور طاقتور ذرائع کے بارے میں مسلمانوں کا موقف کیا ہو، سوشل میڈیا کی شکل میں ایک طاقت ور میڈیا دنیا کو ملا، دنیا کے اہل دانش اس سے بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں، لیکن مسلمان جنہیں امت دعوت ہونے پر ناز وفخر ہے، وہ دین کے پیغام کو پہونچانے کے لئے اس سے کیا فائدہ اٹھا رہے ہیں، یہ موجودہ وقت کا سب سے بڑا المیہ ہے، یہ ذرائع اگر صرف برائی کے لئے مخصوص ہوتے تو بھی اس کے بارے میں سوچنا چاہیے، اور اس کے تدارک کی حکمت عملی اپنانا چاہیے، چہ جائیکہ یہ ذرائع خیر اور شر دونوں کا منبع ہیں، اس کا دروازہ جس طرح شر کی تشہیر وترسیل کے لئے کھلا ہوا ہے اسی طرح خیر کی نشر و اشاعت کے لئے بھی کھلا ہوا ہے، مسلمانوں کی حرماں نصیبی اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ چند ہزار افراد تک اپنی بات پہونچانے کے لئے لاکھوں روپئے خرچ کرتے ہیں، لیکن اربوں کھربوں افراد تک اپنی بات پہونچانے کی جو سہولت چند سو روپئے میں مل رہی ہے، اس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہو پا رہی ہے۔

سوشل میڈیا موجودہ وقت میں دنیا کا سب سے بڑا پلیٹ فارم ہے، جنہیں مسلمان دین کی دعوت کے لئے استعمال کر سکتے ہیں، جن کے ذریعہ لاکھوں افراد تک نہ صرف اسلام کی تعلیمات پہونچا سکتے ہیں بلکہ ان کے ذہنوں میں موجود شکوک وشبہات کے کانٹوں کو بھی نکال سکتے ہیں، سکون کی تلاش میں لاکھوں انسان بھٹک رہے ہیں، انہیں ساحل مراد تک پہونچانا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، اور سوشل میڈیا اس کے لئے بہترین ذریعہ ہوسکتا ہے، اس لئے سطحی مقاصد اور محض معلومات کے حصول یا معلومات کے تبادلہ

کے بجائے دعوتی سرگرمیوں کے لئے ان ذرائع کے استعمال کی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے، اور منظم طریقہ پر اس سمت اقدام کرنا وقت کا اہم ترین تقاضہ ہے۔

اسلام دشمن طاقتوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی اور زہر افشانی کے لئے سوشل میڈیا کو ایک منظم محاذ بنا رکھا ہے، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سب سے زیادہ یلغار آج اسی سوشل میڈیا پر ہے، مذہب کے تعلق سے جو باتیں پہلے اشارہ کنایہ میں بھی نہیں کہی جاتی تھیں آج کھلم کھلا کہی جا رہی ہیں، حقائق کو مسخ کر کے دنیا کے سامنے پیش کی جا رہی ہیں، اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ کو داغدار کرنے میں پوری توانائی صرف کی جا رہی ہے، ایسی صورت حال میں کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ باطل کی فریب کاریوں کا پردہ اسی سوشل میڈیا پر چاک کیا جائے، اسلام اور مسلمانوں سے متعلق جو غلط پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے اس کا جواب اسی انداز سے دلائل اور حقائق کی روشنی میں دیا جائے، انسانیت کے پیغام کو عام کرنے کے لئے اس پلیٹ فارم کا خوب خوب استعمال کیا جائے۔

آج وقت کی پکار یہی ہے کہ اس اہم ترین ذریعہ کو دینی تعلیمات کی اشاعت کے لئے، بے دینی کے خاتمہ کے لئے، سماجی برائیوں کے ازالہ کے لئے، منصوبہ بند طریقہ سے استعمال کیا جائے، سوشل میڈیا کے بے تکے استعمال سے نوجوانوں کو روکا جائے، انہیں ان ذرائع کا مفید استعمال بتایا جائے، یہ ذہن بنایا جائے کہ ان ذرائع کو اپنی ذات کے لئے، اپنے ادارہ کے لئے، اپنی قوم کے لئے اور اپنے وطن کے لئے مفید طریقہ سے کیسے استعمال کر سکتے ہیں۔

اسی کے ساتھ دینی اداروں، جماعتوں اور تنظیموں کے لئے بھی ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں سنجیدگی سے سوچیں، دعوت اور اصلاح کے ان وسائل کو نظر انداز کرنا یا بے توجہی برتنا کسی طرح عقلمندی نہیں ہے، دعوتی مقاصد کے تحت ان ذرائع کا بھرپور استعمال ہوسکتا ہے، ہمارے علمی ورثہ میں ہر اعتراض کا مدلل اور اطمینان بخش جواب موجود ہے، ہمیں صرف آج کی زبان میں انہیں پیش کرنا ہے، میڈیا سے متعلق چند پروفیشنل کی خدمات

حاصل کی جائیں تو اس میدان میں بڑا کام ہوسکتا ہے،آج مسلم نوجوانوں میں دینی کتابوں سے بے رغبتی عام ہے،آنے والی نسلیں کتابوں سے مزید دور ہوں گی،مگر ان کی انگلیاں کی بورڈ(keyboard) پر زیادہ متحرک ہوں گی،موجودہ نسل اور آئندہ کی نسلوں کو دین سے واقف کرانے کے لئے ان ذرائع کو استعمال کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

سوشل میڈیا کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ موجودہ وقت کا سب سے سستا میڈیا ہے،کم پیسوں میں اسے استعمال کیا جاسکتا ہے،اور کم وقت میں اس سے بڑا کام لیا جاسکتا ہے،اور اس سے بھی بڑی خوبی یہ ہے کہ جو غلط بات جہاں کہی گئی وہیں اس کا جواب دیا جاسکتا ہے ،اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص اس مواد کو پڑھے گا تو مذکورہ اعتراض کے ساتھ ہمارا جواب بھی اس کے سامنے ہوگا،اسی طرح ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ سوشل میڈیا پر ڈالا گیا کوئی مواد ختم نہیں کیا جاسکتا ہے،اگر ڈالنے والا اسے ختم بھی کردے تو چند سکنڈوں میں وہ بات کہیں سے کہیں پہونچ چکی ہوگی، پھر ہر ایک کے پاس سے اسے ختم کرنا ممکن نہیں ہے۔

اس وقت سوشل میڈیا پر کئی طرح سے کام کرنے کی ضرورت ہے:

الف: اسلامی تعلیمات پر مشتمل مواد کی ترسیل

ا۔اسلامی تعلیمات اور خصوصا ان حصوں کو جن میں دبے کچلے اور مظلوم افراد کے لئے بڑی کشش ہے،موثر انداز میں پیش کیا جائے۔

ا۔امن وسلامتی،انسانیت دوستی،اور مذہبی رواداری سے متعلق اسلامی تعلیمات اور اسلامی تاریخ وہندوستانی تاریخ کے سچے واقعات کو اچھے اسلوب میں پیش کیا جائے۔

اس طرح کے مواد کو چھوٹے مضامین کی شکل میں سوشل نیٹورکنگ کی مختلف سائٹوں مثلا فیس بک، بلاگ، انسٹا گرام، وغیرہ پر پیش کیا جائے،اسی طرح ان موضوعات پر چھوٹے چھوٹے ویڈیو بنا کر یوٹیوب پر اپلوڈ کیا جائے۔

ب: اسلام اور مسلمانوں سے متعلق پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا جواب

تحریر اور ویڈیو دونوں شکلوں میں تیار کر کے سوشل میڈیا کی مختلف سائٹوں پر انہیں داخل کیا جائے۔

ج: مختلف سائٹوں پر جہاں جہاں اسلام مخالف مواد موجود ہے وہاں تبصرہ کے خانہ میں اس کا مختصر جواب لکھا جائے،اور ایسے مواد کو ناپسند (Unlike) کیا جائے،اسی طرح ایسی سائٹوں کے خلاف متعلقہ سائٹ کی کمیونیٹی سے شکایت کی جائے۔

د: الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پیش کی جانے والی شرانگیزیوں کا تعاقب کیا جائے،اور اس کا جواب سوشل میڈیا کے ذریعہ دیا جائے۔

ہ: مسلمانوں سے متعلق بہت سے مسائل کو اخبارات اور الیکٹرانک میڈیا نظر انداز کرتے ہیں،ان مسائل اور ایشوز کو سوشل میڈیا کے ذریعہ عوام تک لانے کی کوشش کی جائے کہ اپنے مسائل کو اگر مسلمان خود نہیں پیش کریں گے تو دوسرا کون کرے گا۔

اور سب سے اہم یہ کہ سوشل میڈیا کے تعلق سے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ذہن سازی کی جائے،اور انہیں سوشل میڈیا کے ذریعہ دعوتی سرگرمیوں کے وسیع امکانات سے واقف کرایا جائے،انہیں بتایا جائے کہ اپنی مصروفیات کے ساتھ وہ کس طرح دین کی بہترین خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

سوشل میڈیا پر جتنی طاقت سے اپنی بات کہنے کی سہولت ہے اتنی ہی طاقت سے اس کے نقصان کا بھی امکان ہے،اس لئے اس کام میں منصوبہ بندی بہت ضروری ہے، باصلاحیت اور ذہین نوجوان کو اس کام کی تربیت دینا او ٹیکنیکل ماہرین کے تعاون کے اس محاذ پر منظم اور بھر پور طریقہ سے سرگرم ہونا اور میڈیائی جنگ سے مقابلہ کے لئے میدان میں آنا بیحد ضروری ہے،اگر اس وقت اس جانب خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی تو اس سے جو نا قابل تلافی نقصان ہوگا اس کا اندازہ مشکل ہے۔

تو ادھر ادھر کی نہ بات کر، یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزنوں سے گلہ نہیں تری رہبری کا سوال ہے

میڈیا اور انسانی قدریں

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی
(مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء)

تاریخ انسانی نے ہر دور میں میڈیا MEDIA کی افادیت کو سراہا اور تسلیم کیا ہے ، اور اس کی نافعیت ہر زمانہ میں برقرار رہی ہے، البتہ دور حاضر میں یہ انسانی معاشرہ کی ایسی ضرورت ہوگئی ہے جس کو کبھی اس کے تن سے جدا نہیں کیا جاسکتا، یہ کبھی انسانیت کو تعمیر وترقی اور فلاح وبہبود کی منزل کی طرف لے جانے اور کبھی اس کے محل کو مسمار اور تاراج کرنے میں اہم رول ادا کرتا ہے، تو کبھی افراد قوم کے عزم وحوصلہ کی تلوار کو زنگ آلود کرنے اور کبھی ان کے اخلاق وکردار کو جلا بخشنے میں ایک مؤثر کردار ادا کرتا ہے،، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ یہ دودھاری تلوار کے مانند ہے، جہاں اس کا صحیح اور درست استعمال انسانیت کے تن مردہ میں جوش وولولہ کی روح پھونکتا ہے، وہیں اس کا غلط اور بے جا استعمال انسانی زندگی کے لئے سم قاتل ثابت ہوتا ہے۔

دور حاضر میں ذرائع ابلاغ اور میڈیا کی ترقی اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس طور پر لگایا جاسکتا ہے کہ یہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر چھایا ہوا ہے، اس کے اثر ورسوخ اور کارفرمائی کا عالم یہ ہے کہ شہر تو شہر گاؤں اور دیہات کی زندگی میں بھی یہ خون کی طرح دوڑ رہا ہے، اور علم ودانش کے بڑے بڑے اداروں، صنعت وتجارت کی عالمی منڈیوں، بڑی بڑی سیاسی پارٹیوں کی شہرت کا سارا کھیل میڈیا کے سر ہے، اور عالمی سیاست کی بساط پر تو میڈیا اس طرح عصائے قاہری لئے بیٹھا ہے جس طرح عہد کہن میں راجہ مہا راجہ چوپال میں بیٹھ کر اپنے عوام پر بار فرمان لادا کرتے تھے، اور کسی کو کیا مجال کہ چوں کردے، موجودہ ذرائع ابلاغ میں انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن کو جو مقام حاصل ہے وہ

دوسرے ذرائع ابلاغ جیسے ریڈیو، اخبار وغیرہ کو حاصل نہیں۔

لیکن انسانی تاریخ کے ذخیرہ کی ورق گردانی کرنے والا اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ جس وقت اسلام کی کرنیں وادی بطحا کے ریگ زاروں سے پھوٹ رہی تھیں اور اس کی شعاعیں مغرب ومشرق کے خطوں میں جگمگا رہی تھیں، اسی روز سے اسلام نے میڈیا کی اہمیت کی طرف لوگوں کی نگاہوں کو پھیرا اور اپنے عالمی دین اور آفاقی پیغام کی ترویج واشاعت میں میڈیا کی مختلف اصناف کا استعمال کیا، کبھی اس نے اپنے پیغام کے لئے خطابت کا راستہ اختیار کیا تو کبھی اس نے خط وکتابت کی راہ اختیار کی، تو کبھی اپنے رب کریم کی طرف بلانے کے لئے علم وحکمت کے دامن کو سنبھالا، تو کبھی اس نے شیریں دہانی سے گفتار دلبرانہ کا نمونہ پیش کیا، لہٰذا یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ کہ میڈیا نے اسلام کے آغوش میں آنکھیں کھولی، اور اسی کے سایہ میں وہ پروان چڑھا، کیونکہ اسلام اپنے جلو میں ایک عالمی اور آفاقی دین لے کر نمودار ہوا تھا، جس کا عالمی اور آفاقی پیغام نوع انسانی کے لئے شفقت ومحبت پیدا کرنا تھا، انہیں امن وسلامتی کے ساتھ زندگی کے مراحل طے کرنے کا سلیقہ سکھانا تھا، ان کے درمیان اخوت وبھائی چارگی کی روح پرور فضا قائم کرنی تھی، نیکیوں کی طرف بلانا اور برائیوں سے بچانا تھا، چنانچہ اسی بنیادی اور طاقتور نظریہ کا مثبت نتیجہ تھا کہ اس کا یہ عالمگیر پیغام زبان وقلم کے سائے میں ایک سرزمین سے دوسری سر زمین تک اپنی روحانی کرنیں بکھیرتا رہا، اور انسانیت کی کشت ویراں کو سیراب کرتا رہا، اور بھٹکے ہوئے آہوؤں کو کھینچ کھینچ کر سوئے حرم لاتا رہا، یہاں تک کہ پہلی صدی ہجری کے اخیر تک اس کا پرچم دنیا کے اکثر وبیشتر حصہ پر لہرانے لگا، اور بنی نوع انسان کی ایک کثیر آبادی اس کی آغوش میں پناہ لینے لگی۔

ہر صاحب فکر ونظریہ تسلیم کرتا ہے کہ زبان وقلم دونوں افکار ونظریات کی ترویج کا سرچشمہ ہیں، مگر دونوں کے استعمال میں قدرے فرق ہے، تاثیر دونوں کی مسلم ہے،

چنانچہ قلم کے ذریعہ واقعات وحوادث کی تصویر کشی اور اس کی تفصیل وتشریح اور خبروں کی منتقلی کا کام کیا جاتا ہے البتہ اس کے ذرائع میں سے انٹرنیٹ، ٹیلی ویژن اور ریڈیو ہے، دوسری طرف زبان کے ذریعہ بھی افکار وخیالات ،نظریات ورجحانات منتقل کئے جاتے ہیں ،مگر اس کے لئے بیان وخطابت کو وسیلہ بنایا جاتا ہے ،اور یہ کام کانفرنسوں، جلسہ وجلوس میں کسی مسئلہ کو پیش کر کے یا قرار دادیں منظور کر کے کیا جاتا ہے، اور قرآن کریم میں جو لفظ بلاغ استعمال کیا گیا ہے، اس کا مفہوم ہی کلام کو دوسروں تک پوری دیانتداری اور سچائی کے ساتھ پہونچانا ہے ، اور بلاغ یعنی پہونچانے کا انداز واسلوب زمانے کی کروٹوں کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔

لیکن انداز کے اختلاف کے باوجود ان کا نصب العین ہمیشہ ایک رہا، اور وہ نصب العین ہے افراد قوم کے درمیان اتحاد وسالمیت کا تحفظ ،سماج میں محبت اور یگانگت، میل جول، بھائی چارگی اور رواداری کے جذبات کو مستحکم بنانا ،اخلاقی اقدار کو فروغ دینا اور قومی کردار کی تعمیر کرنا ،تخریب کاری، نفرت وعداوت ، عصبیت وجہالت ، غلط بیانی اور پروپیگنڈے سے دور رہنا، یہیں سے قرآن وحدیث کے اندر آئے ہوئے لفظ ''بلاغ'' کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، اور عصر حاضر میں اس کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، لیکن ان حقائق کے باوجود افسوس اور صد افسوس کہ دور حاضر کا علمی میڈیا اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں وہی دہراتا ہے جو اسے استاد ازل نے روش اول سے سکھا رکھا ہے، آج کا علمی میڈیا جس پر مغرب کی اجارہ داری ہے، اپنی تمام سرگرمیاں اور اپنے جملہ وسائل کا استعمال اسلام کی شان وشوکت کو کم کرنے ،اس کی تہذیب وثقافت کے روشن چہرے کو مسخ کرنے ،اس کے آفاق گیر پیغام کی دھجیاں بکھیرنے ،اور غلط بیانات اور پروپیگنڈوں کے ذریعہ اس کی آہنی دیوار میں شگاف ڈالنے کے لئے کر رہا ہے، وہ عالم اسلام اور مسلمانوں کو ہر جگہ رسوا وبدنام کر کے ان کے عزم وحوصلہ کو ختم کر دینا چاہتا ہے، اور اس کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے کہ انہیں

یاس وقنوط کی ایسی لا متناہی کھائی میں ڈھکیل دیا جائے جہاں سے کامیاب اور زندہ قوم کے مستقبل کے امکانات کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں، اور عظمت رفتہ کی بازیابی کی راہ میں شکست خوردگی کے احساس کا ایسا بھاری پتھر رکھ دیا جائے کہ اس کے بارے میں سوچنے کے سارے سوتے خشک ہو جائیں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ مذموم ذہنیت اور ناپاک سازشیں جن کے بوجھ تلے عالم اسلام کراہ رہا ہے، مغربی طاقتوں اور اسرائیل کے ظالم حکمرانوں کی ماتحتی میں انجام دی جارہی ہیں جنہوں نے آزادیٔ رائے ،انصاف پسندی، قوموں کے حقوق کا احترام اور آپسی تعاون اور خیر سگالی کا ڈھنڈورا پیٹ رکھا ہے، اور دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ امن وسلامتی کا پرچم بردار اگر دنیا میں کوئی ہے تو وہ مغرب اور اسرائیل ہے، کس قدر اندھیر ہے کہ بھیڑیا اپنے کو بکریوں کا محافظ قرار دے رہا ہے اور دنیا کی حماقت بھی قابل تعریف ہے کہ امن کی دھجیاں بکھیرنے والوں اور انسانوں کا لہو پینے والے درندوں اور ان کی تڑپتی، سڑتی، گلتی لاشوں کو دیکھ کر تھر کنے والوں کو واقعتاً امن وسلامتی کا ضامن تصور کر رہی ہے، ایسا کیوں؟ اس لئے کہ مغربی میڈیا نے اقوام عالم کو ایسی افیون کی گولی کھلا دی ہے کہ پوری دنیا میڈیائی افیون سے مدہوش ہے۔ کیا آج آپ کو عالمی میڈیا کے اندر سچائی وامانتداری کی کوئی خوشبو نظر آتی ہے، کیا اس کے اندر عوام کے احساسات وجذبات کے احترام کی کوئی کرن دکھائی دیتی ہے؟ اور مسلمانوں کے تعلق سے واقعہ کی صحیح تصویر کشی کے کسی ادنیٰ نمونہ کی کوئی جھلک جو تصویر کے سچے رخ کو پیش کر دے؟ آج کا عالمی میڈیا عالم اسلام کی تمام تر علمی اور ثقافتی سرگرمیوں اور نوع انسانی کی تعمیر وترقی میں ان کی تمام تر کدوکاوش اور جہد پیہم پر اس طرح پردہ ڈالتا ہے کہ جیسے عالم اسلام پر کبھی تہذیب وثقافت اور علوم وفنون کی فصل بہار گذری ہی نہیں، حالانکہ پوری دنیا بالخصوص یورپ کے ظلمت کدوں کو علم سے روشناس کرانے والا اسلام اور اس کے ماننے والے ہیں۔ اس کے برعکس کسی غیر اسلامی ملک کے معمولی سے واقعہ کو پہاڑ بنا کر پیش کرتا ہے، اور اس کو عالمی منظر

نامے پر لانے کیلئے اپنی تمام کوشش صرف کر دیتا ہے، اور غیر معمولی اہمیت کے ساتھ اس کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، چاہے پیش کردہ تصویر اور حقیقی تصویر میں واضح تضاد پایا جاتا ہو، لہٰذا اگر آج ہم انسانی قدروں کی بات کریں اور عالمی میڈیا کے میدان میں اس کو تلاش کریں تو یہ دیوانے کی بڑ سے کم نہیں، کیونکہ آج اس کا نصب العین صرف اور صرف مسلمانوں کے مضبوط و مستحکم وجود کو کمزور کرنا، اس کی ثقافت وتہذیب کو ملیا میٹ اور اس کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا ہے، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ آج کا مغربی میڈیا عالم اسلام اور پیروان اسلام کے خلاف عسکری یلغار کا ایک رمز ہے، اس کی اس طرح کی یورش اور اس کی اس ناپاک ذہنیت کی ابتدا تو طلوع اسلام سے آج تک قائم ہے، جس کا اظہار قرآن نے چودہ سال پہلے کر دیا تھا اور قوم مسلم کو یوں خطاب کر کے آگاہ کیا تھا۔

ولن ترضی عنک الیهود ولاالنصاری حتی تتبع ملتهم قل ان هدی اللّٰہ هوالهدی۔(سورہ بقرہ)

’’یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے طریقے پر نہ چلنے لگو۔ صاف کہہ دو کہ راستہ بس وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے۔‘‘

لہٰذا ہمارا خیال ہے کہ موجودہ میڈیا کا جو استعمال ہو رہا ہے یعنی نوع انسانی کے دامن کو تار تار کرنے امت مسلمہ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے، اسے دہشت گرد قوم قرار دینے اور اس کے خلاف رائے عامہ کو ہموار اور نوع انسانی سے اس کو الگ تھلگ کرنے کی مذموم حرکتوں کی توقع وحشی جانوروں سے بھی نہیں کی جا سکتی ہے، چہ جائے کہ مہذب انسانوں سے ان کا صدور ہو، کس قدر عقل کو مبہوت کرنے والی بات ہے کہ جانوروں کی سوسائٹیاں اور ان کا سماج اس طرح کے وحشیانہ اعمال سے پاک ہو، مگر انسان کہلانے والی مہذب قوم کا سماج اس طرح کی قبیح لعنتوں میں گلے گلے ڈوبا ہوا ہو، عقل حیران ہے کہ اس نوع کے سماج کو کس عنوان سے یاد کرے۔□□□□□

ذرائع ابلاغ: غور وفکر کے چند اہم پہلو

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
(جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

انسان اپنی تمام ضروریات اپنے آپ پوری نہیں کر سکتا، اسے اپنی خواہش، اپنی ضرورت اور اپنا مدعا دوسروں تک پہنچانا پڑتا ہے، پہنچانے کے عمل کو ’ابلاغ‘ کہتے ہیں، ابلاغ کے لئے انسان کو دو قدرتی ذرائع مہیا کئے گئے ہیں، ایک: زبان، جس کے ذریعہ آپ قریب کے لوگوں تک اپنی بات پہنچا سکتے ہیں، دوسرے: قلم، جس کے ذریعہ آپ کوئی بات لکھ سکتے ہیں اور اسے کسی ذریعہ سے دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں، ابلاغ کے یہ دو ذرائع شروع سے استعمال ہوتے رہے ہیں، قرآن مجید میں انبیاء کی دعوت کا ذکر آیا ہے، وہ قوم کو اپنی بات سمجھانے کے لئے زبانی تخاطب کا طریقہ استعمال کیا کرتے تھے، تحریر کے ذریعہ دور تک اپنی بات پہنچانے کی مثال بھی قرآن مجید میں موجود ہے؛ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا بلقیس کو خط ہی کے ذریعہ اپنا پیغام پہنچایا تھا اور ایک پرندہ نے نامہ بر کا فریضہ انجام دیا تھا۔(النحل:۲۹)

جب کوئی عمومی دعوت و مشن ہو تو اس کے لئے ایسا ذریعہ استعمال کرنا جو ایک ہی وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ جائے، رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، مکہ میں پہلے سے یہ طریقہ آرہا تھا کہ جب بیک وقت تمام اہل مکہ کو کوئی اہم خبر پہنچانی ہوتی تو صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر اعلان کیا جاتا، تمام لوگ پہاڑی کے دامن میں جمع ہو جاتے اور کہنے والا اپنی بات کہتا، رسول اللہ ﷺ جب نبوت سے سرفراز کئے گئے، تو آپ نے اہل مکہ تک دعوت توحید پہنچانے کے لئے اسی قدیم ذریعہ ابلاغ کو اختیار کیا؛ البتہ اس میں جو بعض غیر اخلاقی طریقے شامل کر لئے جاتے تھے، جیسے: شدت مصیبت کے اظہار کے لئے سروں

پر خاک اڑانا، یا بے لباس ہوجانا، آپ ﷺ نے اس سے اجتناب فرمایا۔

پورے جزیرۃ العرب تک اپنی بات پہنچانے کا ذریعہ مکہ مکرمہ اور اس کے مضافات میں منعقد ہونے والے حج اور تجارتی اجتماعات تھے، حج میں تو پورے عرب سے لوگ کھنچ کھنچ کے آتے ہی تھے، اس کے علاوہ عکاظ اور ذوالمجاز وغیرہ کے میلے بھی لگتے تھے، ان اجتماعات میں جو بات کہی جاتی، جو تقریریں کی جاتیں اور جو اشعار پیش کئے جاتے، پورے عرب میں اس کی گونج سنی جاتی اور لوگوں میں اس کا خوب چرچا ہوتا، پوری سرزمین عرب تک اپنی بات پہنچانے کا اس سے مؤثر کوئی اور ذریعہ نہیں تھا؛ حالاں کہ ان میلوں میں یہاں تک کہ حج میں بھی بہت سی منکرات شامل ہوا کرتی تھیں؛ لیکن آپ ﷺ نے مفاسد سے بچتے ہوئے دعوت اسلام کو عرب کے کونے کونے تک پہنچانے کے لئے اس موقع کا بھرپور استعمال فرمایا، یہی چیز حضرت ابوذر غفاریؓ وغیرہ کے دامن اسلام میں آنے کا ذریعہ بنا، اور یہیں سے اسلام کی کرن مدینہ کی سرزمین تک پہنچی اور ایک آفتاب عالم تاب بن کر پورے عالم پر درخشاں ہوئی۔

لیکن ابھی عرب سے باہر اسلام کو پہنچانے کا مرحلہ باقی تھا اور اس کے لئے خط و کتابت کے سوا کوئی اور راستہ نہیں تھا؛ چنانچہ ہجرت کے چھٹے سال جب اہل مکہ سے صلح ہوگئی، جو صلح حدیبیہ کے نام سے جانی جاتی ہے اور اہل مکہ کی یلغارِ مسلسل سے مسلمانوں کو کچھ اطمینان ہوا تو آپ ﷺ نے پہلا کام یہی کیا کہ عرب کے گردوپیش موجود بڑی طاقتوں اور اس وقت کی معلوم دنیا کے حکمرانوں تک دعوتی خطوط بھیجے، حدیث کی متداول کتابوں میں تو چھ فرماں رواؤں کے نام خطوط کا ذکر ملتا ہے؛ لیکن دنیائے تحقیق کے تاجدار ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحبؒ کے بقول ان کی تعداد بہت زیادہ تھی، یہاں تک کہ چین تک یہ دعوت پہنچائی گئی، گویا آپ ﷺ نے دور دراز علاقوں تک پیغام حق پہنچانے کے لئے پوری وسعت کے ساتھ اس ذریعۂ ابلاغ کا استعمال فرمایا۔

کائنات میں ارتقاء کا عمل جاری ہے، ہر صبح جب طلوع ہوتی ہے تو اپنے جلو میں ترقی کا ایک نیا پیغام لے کر آتی ہے اور ہر شب جب کائنات کی فضاء پر چھاتی ہے تو وہ کسی نئی حقیقت سے پردہ اُٹھانے کا مژدہ سناتی ہے، ترقی کا یہ سفر جیسے زندگی کے دوسرے شعبوں میں جاری ہے، اسی طرح ذرائع ابلاغ کے میدان میں بھی پوری قوت اور تیز گامی کے ساتھ جاری وساری ہے؛ بلکہ اس میدان میں ٹکنالوجی کی ترقی دوسرے شعبہ ہائے زندگی کے مقابلہ زیادہ تیز ہے، ہم لوگوں نے اپنے بچپن میں دیکھا کہ اس وقت ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ ہی بہت بڑی چیز تھی اور فون و ٹیلی گرام کو حیرت و استعجاب کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا؛ لیکن آج اگر کوئی شخص ان ایجادات کو حیرت و رشک کی نظر سے دیکھے تو بچے بھی اس پر ہنسیں گے؛ چنانچہ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا نے دُور دُور تک اپنی بات پہنچانے کو آسان کر دیا اور اس کی رفتار ہوا کی رفتار سے بھی بڑھ گئی، افسوس کہ مسلمان ان تمام مرحلوں میں مسلسل پسماندگی کا شکار رہے، ہم ترقی کے قافلہ کا سالار بننے کی بجائے اس قافلہ میں شامل آخری فرد بھی نہ بن سکے اور گرد کارواں بننے ہی کو اپنے لئے بڑی نعمت سمجھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پر عالمی اعتبار سے یہودی حاوی ہوگئے وطن عزیز ہندوستان میں فرقہ پرستوں کا بول بالا ہوگیا، اور میڈیا کے ہتھیار سے ہمارے ملی مفادات، تہذیبی اقدار، قومی وقار اور دینی افکار کا اس طرح قتل کیا گیا کہ شاید توپ اور ٹینک کے گولوں اور فائیٹر جہازوں کی طرف سے ہونے والی آگ کی برسات بھی ہمیں اس درجہ نقصان نہیں پہنچا پاتی: ''فیا اسفاہ ویا عجباہ''!

ادھر بیس سے پچیس سال کے درمیان ابلاغ کے ایسے ذرائع عام ہوئے، جن کو 'سوشل میڈیا' کہا جاتا ہے، اس کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ اس پر اب تک حکومت یا کسی خاص گروہ کی اجارہ داری نہیں ہے، خدا کرے یہ صورت حال باقی رہے، اس میں خاصا تنوع بھی ہے، جس میں واٹس اپ، فیس بک، یوٹیوب، ٹیوٹر، اسکائپ وغیرہ شامل ہیں؛

لیکن یہ ایک بہتا ہوا سمندر ہے، جس میں ہیرے اور موتی بھی ڈالے جاسکتے ہیں اور خس و خاشاک بھی، اس میں صاف شفاف پانی بھی اُنڈیلا جاسکتا ہے اور گندہ بدبودار فضلہ بھی، اس سے دینی، اخلاقی اور تعلیمی نقطۂ نظر سے مفید چیزیں بھی پہنچائی جاسکتی ہیں اور انسانی و اخلاقی اقدار کو تباہ کرنے والی چیزیں بھی، دوسری طرف اس کا اثر اتنا وسیع ہو چکا ہے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں اس کا نفوذ اس درجہ کا ہے کہ اس کو نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا اور گزرنے والے ہر دن کے ساتھ اس کی اہمیت بڑھتی جاتی ہے؛ اس لئے اگرچہ بہت سے لوگوں نے خلوص اور بہتر جذبہ کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کی؛ لیکن بالآخر انھیں اس کی سرکش موجوں کے سامنے ہتھیار ڈالنا ہی پڑا؛ اس لئے اب ہمیں اس ذریعہ ابلاغ کے مثبت اور منفی اور مفید و نقصاندہ پہلو کا تجزیہ کرنا چاہئے اور اس سلسلہ میں تمام مسلمانوں اور خاص کر ملت کی نوجوان نسل کی رہنمائی کرنی چاہئے۔

سوشل میڈیا کے جو منفی اور نقصاندہ پہلو ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) یہ جھوٹی خبریں پھیلانے کا ایک بڑا نیٹ ورک بن گیا ہے اور اکثر بہت سی باتیں کسی تحقیق کے بغیر اس میں ڈال دی جاتی ہیں؛ کیوں کہ اس پر حکومت یا کسی ذمہ دار ادارہ کی گرفت نہیں ہے، جب کہ اسلام نے ہمیں جھوٹ تو جھوٹ؛ ہر سنی ہوئی بات نقل کردینے اور بلا تحقیق کسی بات کو آگے بڑھانے سے بھی منع کیا ہے۔ (حجرات: ۶)

(۲) عام جھوٹی خبروں کے علاوہ یہ لوگوں کی غیبت کرنے، ان کی کوتاہیوں کو طشت از بام کرنے، یہاں تک کہ لوگوں پر بہتان تراشی اور تہمت اندازی کے لئے بھی وسیلہ بن گیا ہے اور انسان کی فطرت یہ ہے کہ جب کسی اچھے آدمی کے بارے میں کوئی بُری بات کہی جائے، خواہ وہ بات کتنی ہی ناقابل اعتبار ہو تو لوگ اس کا آنکھ بند کرکے یقین کرلیتے ہیں، جس کی کھلی مثال رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت کا واقعہ ہے، جو خود عہد نبوی میں پیش آیا اور بعض سادہ لوح مسلمان بھی

منافقین کے اس سازشی پروپیگنڈہ سے متاثر ہوگئے۔

(۳) اس ذریعہ ابلاغ کو نفرت کی آگ لگانے اور تفرقہ پیدا کرنے کے لئے بھی بکثرت استعمال کیا جاتا ہے، فرقہ پرست عناصر تو یہ حرکت کرتے ہی ہیں؛ لیکن خود مسلمانوں کے درمیان مسلکی اختلافات کو بڑھاوا دینے میں اس کا بڑا اہم رول رہا ہے، اس میڈیا پر مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے انسانیت دشمن جذباتی مقررین کی تقریریں بھی موجود ہیں اور مسلمانوں کے مختلف مسالک کے درمیان مناظروں کی شرمناک محفلیں بھی، جو بہت تیزی سے باہمی نفرت کو جنم دیتی اور فساد کی آگ بھڑکاتی ہیں۔

(۴) اس میڈیا کا دہشت گردی اور تشدد کے لئے بھی استعمال کیا جارہا ہے اور استعمال کرنے والوں میں مختلف مذاہب کے خود ساختہ نمائندے شامل ہیں، جنھوں نے لوگوں کی نگاہوں میں دُھول جھونکنے کے لئے مذہب کا مقدس لباس پہن رکھا ہے۔

(۵) اس ذریعہ ابلاغ کا سب سے منفی پہلو 'فحشاء' کی اشاعت اور بے حیائی کی تبلیغ ہے، جو چیز انسان کو اپنے خلوت کدہ میں گوارہ نہیں ہوسکتی، وہ یہاں ہر عام و خاص کے سامنے ہے، یہ اخلاقی اقدار کے لئے تباہ کن اور شرم و حیاء کے لئے زہر ہلاہل سے کم نہیں، اور افسوس کہ حکومتیں ایسی سائٹوں کو روکنے میں کوئی دلچسپی نہیں لیتیں، ورنہ سماج بے حیائی کے اس سیلاب بلاخیز سے بچ سکتا تھا۔

ان منفی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کے بہت سے مثبت اور مفید پہلو بھی ہیں اور اس کا صحیح استعمال کرکے اسلامی اور انسانی نقطۂ نظر سے بہت سے اچھے کام کئے جاسکتے ہیں، جن کا تذکرہ مناسب ہوگا:

(۱) بچوں، جوانوں، عورتوں، بوڑھوں اور عام مسلمانوں میں ان کی ضرورت کے لحاظ سے دین کی تعلیم و اشاعت اور اخلاقی تربیت کے لئے اس کو آسانی کے ساتھ بہت مؤثر طریقہ پر استعمال کیا جاسکتا۔

(۲) اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں اور زیادہ تر اسی راستہ سے کی جاتی ہیں، اسی میڈیا سے ان کا مؤثر طور پر رد کیا جاسکتا ہے۔

(۳) تعلیم کے لئے اب یہ ایک مؤثر ذریعہ بن چکا ہے اور جیسے ایک طالب علم کلاس روم میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتا ہے، یا اپنے ٹیوٹر کے سامنے بیٹھ کر کلاس روم کی کمی کو پورا کرتا ہے؛ اسی طرح وہ اس ذریعہ ابلاغ سے بھی علم حاصل کرسکتا اور اپنی صلاحیت کو پروان چڑھا سکتا ہے، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ کسی کوردہ دیہات میں بیٹھے ہوئے طالب علم کے لئے بھی اس کے ذریعہ مشرق ومغرب کے ماہر ترین اساتذہ سے کسبِ فیض کرنا ممکن ہے، ایسے تعلیمی مفادات کے لئے اس ذریعہ سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔

(۴) صحت وعلاج کے شعبہ میں بھی اس سے مدد لی جاسکتی ہے؛ بلکہ لی جارہی ہے، اس کے ذریعہ ماہر ترین معالجین سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، یہاں تک کہ ہندوستان میں ایک ڈاکٹر آپریشن کرتے ہوئے امریکہ کے کسی ڈاکٹر کے مشورہ سے مستفید ہوسکتا ہے۔

(۵) موجودہ صورت حال یہ ہے کہ پرنٹ میڈیا نیز نیشنل اور انٹرنیشنل الیکٹرانک میڈیا جھوٹی خبریں بنانے اور پھیلانے، نیز سچی خبروں کو دبانے اور چھپانے میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے میں لگا ہوا ہے اور نہایت مہارت کے ساتھ مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم بنا کر پیش کر رہا ہے، ان حالات میں سوشل میڈیا کے ذریعہ سچائی کو پیش کرنے اور جھوٹ کی قلعی کھولنے کی اہم خدمت انجام دی جاسکتی ہے؛ چنانچہ عالمی وملکی سطح پر کئی واقعات ایسے ہیں، جن میں سوشل میڈیا کی حقیقت بیانی نے ظالموں اور دروغ گویوں کو شرمندہ کیا ہے۔

☆ ضرورت اس بات کی ہے کہ سوشل میڈیا کا اچھے مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے اور اس کی مضرتوں سے نئی نسل کو بچایا جائے؛ کیوں کہ جن چیزوں میں نفع اور نقصان دونوں پہلو ہوں، اور اس ذریعہ کو بالکل ختم کردینا ممکن نہ ہو تو اسلامی نقطۂ نظر سے اس کے لئے یہی حکم ہے کہ اس کو مفید طریقہ پر استعمال کیا جائے اور نقصاندہ پہلوؤں سے

بچا جائے، جس چاقو سے کسی جانور کو حلال طریقہ پر ذبح کیا جاسکتا ہے اور کسی بیمار کو نشتر لگایا جاسکتا ہے، وہی چاقو کسی بے قصور کے سینہ میں پیوست بھی کیا جاسکتا ہے، تو ہمارے لئے یہی راستہ ہے کہ ہم چاقو کے صحیح استعمال کی تربیت کریں۔

اس پہلو سے سوشل میڈیا میں جن باتوں سے نئی نسل کو بچانے کی ضرورت ہے، ان میں چند اہم نکات یہ ہیں :

(۱) چھوٹے بچوں کو جہاں تک ممکن ہو، اس سے دُور رکھا جائے؛ تا کہ ان کی پہنچ ایسی تصویروں تک نہ ہوجائے، جو ان کے ذہن کو پراگندہ کردے، یا قتل وظلم کے مناظر دیکھ کر ان میں مجرمانہ سوچ پیدا ہوجائے۔

(۲) طلبہ وطالبات اور نوجوانوں کو تعلیمی اور تعمیری مقاصد کے لئے ایک مختصر وقت ان ذرائع سے استفادہ کے لئے مخصوص کرلینا چاہئے؛ کیوں کہ اس کا بہت زیادہ استعمال انسان کو وقت ضائع کرنے کا عادی بنا دیتا ہے اور پیغامات کی تسلسل کی وجہ سے وہ بعض اچھی چیزوں کو بھی اتنی دیر تک دیکھنے کا خوگر ہوجاتا ہے کہ اصل کام سے اس کی توجہ ہٹ جاتی ہے، یہ بھی ایک طرح کا لہو ولعب ہے جس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ صحت کے نقطۂ نظر سے بھی نہایت نقصاندہ ہے۔

(۳) جو عمل عام حالات میں جائز نہیں ہے، وہ ان ذرائع کے ذریعہ بھی جائز نہیں ہے، جیسے: جھوٹ، بہتان تراشی، لوگوں کی کوتاہیوں کو طشت ازبام کرنا، مذاق اُڑانا، سب وشتم کے الفاظ لکھنا یا کہنا، یہ سب کبیرہ گناہ ہیں اور ان سے بچنا شرعی فریضہ ہے۔

(۴) ایسی خبریں لکھنا یا ان کو آگے بڑھانا جن سے اختلاف بڑھ سکتا ہے، جائز نہیں ہے، اگرچہ کہ وہ سچائی پر مبنی ہوں؛ اس لئے کہ جو سچ مسلمانوں کے دلوں کو پارہ پارہ کرتا ہو اور انسان اور انسان کے درمیان نفرت کی بیج بوتا ہو، اس سے وہ جھوٹ بہتر ہے، جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے اور اختلاف کو اتحاد سے بدلنے کا کردار ادا کرسکے۔

(۵) ایسی چیزیں دیکھنا، دِکھانا، لکھنا اور پڑھنا، سب کا سب حرام ہے، جو

فحشاء اور بے حیائی کے دائرہ میں آتا ہو، خواہ وہ تصویر کی شکل میں ہو یا آواز کی، تحریر کی شکل میں ہو یا کارٹون کی، شعر کی شکل میں ہو یا لطیفہ کی، ان سے اپنی حفاظت کرنا اس دور میں نوجوانوں کے لئے بہت بڑا جہاد اور ایک عظیم عبادت ہے۔

(۶) سوشل میڈیا پر اسلام اور پیغمبر اسلام، مسلمانوں کی تاریخ اور مقدس مقامات وشخصیات کے بارے میں ایسی نازیبا باتیں بھی آجاتی ہیں، جو بجا طور پر نوجوان تو کیا ہر مسلمان کے خون کو گرمادینے اور دل کو گھولا دینے کے لئے کافی ہیں؛ لیکن اس کے باوجود ہمیں صبر، سنجیدگی اور متانت سے کام لینا چاہئے اور ایسے جذباتی ردعمل کا اظہار نہیں کرنا چاہئے، جو نفرت کو بڑھانے والا ہو، اگر ناشائستہ باتوں پر اس طرح کے کومنٹ (Comment) کئے گئے تو جو لوگ اسلام، امن اور انسانیت کے دشمن ہیں، ان کا مقصد پورا ہوجائے گا، اس کی بجائے علم کی روشنی میں مدلل اور سنجیدہ طریقہ پر ان کا جواب دینا اور ان کی بات پر ریمارک کرنا چاہئے؛ کیوں کہ جذبات واشتعال سے وہ لوگ کام لیتے ہیں، جن کے پاس دلیل کی قوت نہیں ہوتی، جن کے پاس دلیل کا ہتھیار موجود ہو، ان کو بے برداشت ہونے کی ضرورت نہیں۔

(۷) نہایت قابل توجہ بات یہ ہے کہ نوجوانوں کو ایسی سائٹوں سے دُور رہنا چاہئے، جن کا تعلق دہشت گردوں جیسے ''داعش'' وغیرہ سے ہے، ان کے قریب بھی جانے سے بچنا چاہئے؛ کیوں کہ یہ چیز غلط راستہ پر لے جاتی ہے، یا کم سے کم شکوک وشبہات کو جنم دیتی ہے؛ اس لئے نوجوانوں کو تہمت کے ان مواقع سے دُور رہنا چاہئے اور کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے، جو ان کو غلط راستہ پر ڈال دے، یا ان کے بارے میں شکوک وشبہات کا راستہ کھول دے؛ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کسی بھی قسم کی اقدامی یا جوابی دہشت گردی کو پسند نہیں کرتا؛ کیوں کہ اس میں بے قصور لوگوں کی موت ہوجاتی ہے، اسلام تو امن وانسانیت، عفو ودرگذر اور محبت وبھائی چارہ کا پیغامبر ہے نہ کہ نفرت اور ظلم کا سوداگر :

میرا پیغام، محبت ہے جہاں تک پہنچے!

دعوتی اور تعلیمی مقاصد کے لئے

سوشل میڈیا کا بھرپور استعمال ہونا چاہیے!

مولانا سید سلمان حسینی ندوی

سوال: ذرائع ابلاغ کے بارے میں اسلام کا موقف کیا ہے؟ جب اسلام قیامت تک کے لیے ہے تو کیا ہر زمانہ کے ذرائع ابلاغ کو اختیار کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے یا دعوت وتبلیغ کے کچھ متعین طریقے ہیں، ان کی پیروی ضروری ہے؟

جواب: دین عمل اور ابلاغ کے لئے ہے، پیغمبروں کی بعثت ہی ابلاغ کے لئے ہوتی رہی ہے، ابلاغ کے جو بھی جائز ذرائع ہیں، ان کا استعمال ہمیشہ ہوتا رہا ہے، دعوت اور ابلاغ کے لئے کوئی لگا بندھا طریقہ نہیں ہے، بلکہ اس کے مقصود کو پیش نظر رکھنا چاہیے، اور اس تک پہونچنے کے لئے طریقہ ہائے کار اختیار کرنا چاہیے۔

سوال: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور دیگر روشن ضمیر علماء ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے ہیں کہ مسلمانوں کا اپنا میڈیا ہونا چاہیے، اس طرح اور بھی علماء نے میڈیا کو اختیار کرنے کی بات کہی ہوگی، مگر آج تک صورت حال یہی ہے کہ ہندوستانی مسلمان ذرائع ابلاغ سے بہت دور ہیں، اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے، دینی قیادت کو حضرت مولاناؒ کی بات ماننے میں کیا قباحت تھی؟

جواب: حضرت مولاناؒ، اور پورے عالم اسلام کے مفکرین اور دعاۃ ذرائع ابلاغ کے استعمال پر زور دیتے رہے، اور پرنٹ میڈیا کے استعمال پر کبھی کوئی اشکال پیش نہیں آیا، لیکن آگے بڑھ کر اس کا دائرہ ریڈیو اور فاصلاتی نظام تعلیم تک ہونا چاہیے تھا، جو ابھی تشنہ فکر وعمل ہے، پھر الیکٹرانک میڈیا کا مسئلہ بھی ابھی صفر کے درجہ میں ہے، عام طور پر علماء کے سامنے ٹیلی ویژن اور ویڈیوگرافی میں تصویر کے عدم جواز کا مسئلہ آکر کھڑا ہوجاتا ہے، جبکہ وہ ضرورت وحاجت کی بناء پر جواز کا فتوی بھی دیتے ہیں، آئی کارڈ، پاسپورٹ اور دیگر

دستاویزات کے لئے اس کا استعمال بے تکلف کرتے ہیں، حالانکہ وہ شرعی ضرورت کے دائرہ میں نہیں آتے، ٹیلی ویژن اور سوشل میڈیا کی ضرورت موجودہ ذرائع ابلاغ کی دشمنانہ پالیسیوں کی وجہ سے اجتماعی طور پر بہت شدید ہے، لیکن انفرادی ضرورت کو جو اہمیت دیتے ہیں تعجب ہوتا ہے کہ وہ امت کی اجتماعی، دفاعی اور ابلاغی ضرورت کی شدت کو کیوں نہیں محسوس کرتے، میں یہاں تصویر کے بارے میں اس شرعی نقطہ نظر پر بحث کرنا نہیں چاہتا جس میں بہت سے اختلافات خاص طور پر بیسویں صدی میں سامنے آئے، جب ہاتھ سے فوٹو بنانے اور کیمروں سے فوٹو کھینچنے، اور الیکٹرانک میڈیا میں واقعات کو پیش کرنے کی مختلف شکلوں کے بارے میں الگ الگ رائیں سامنے آئیں۔

سوال: مسلمانوں کا اپنا کوئی انگریزی اخبار ہو، اس خیال کی بازگشت ماضی میں بار بار سنی گئی، اسی طرح ٹی وی چینل کے بارے میں بھی کئی بار خوش کن اعلانات ہوئے، مگر ہنوز یہ خواب تشنہ ہے، ایسا کیوں؟

جواب: مسلمانوں کا انگریزی اخبار تو کیا کوئی اردو اخبار بھی نہیں ہے، ضروری ہے کہ مسلمانوں کا انگریزی اخبار بھی ہو، ہندی اخبار ہو، پھر ہر صوبہ کی مقامی زبانوں میں اخبارات ہوں، ضروری ہے کہ مسلمانوں کا اپنا ٹی وی چینل ہو، اہل خیر کو سمجھایا جائے کہ مسجد اور مدرسہ کے لئے چندہ کا ثواب اور ابلاغ کے ان ذرائع کے انتظام کا ثواب یکساں ہے، بلکہ دفاع اسلام اور دعوت اسلام کے تقاضہ سے یہ میڈیا زیادہ اہم ہے۔

سوال: رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کو پہونچانے کے لئے اپنے زمانہ کے تمام ذرائع کا استعمال فرمایا، لیکن بعد کے مسلمانوں نے دعوت وتبلیغ کے لئے تدریس، تحریر، تقریر کی چند شکلوں کو خاص کرلیا، اور اپنے اپنے دور کے نئے ذرائع کو قابل اعتنا نہیں سمجھا، کیا اس کی کوئی شرعی بنیاد ہے، یا اس کے پس پشت کچھ دینی نظریات کارفرما ہیں؟

جواب: دعوت وابلاغ اور تعلیم وتفہیم کے جو نئے ذرائع سامنے آئے ہیں ان سب کا مناسب طریقہ پر اور ان کی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے استعمال کرنا چاہیے، اور

جن حضرات کو اشکالات ہیں، ان کو از سر نو غور وفکر کرنا چاہیے، اور عالمی طور پر فقہی اداروں اور معروف علمی شخصیات کی آراء کا اعتبار کرنا چاہیے۔

سوال: دعوت وتبلیغ کے روایتی طریقوں کے ساتھ اگر جدید ذرائع کا بھی استعمال کیا جائے تو نتائج میں بہت بڑا فرق آسکتا ہے، اس تناظر میں آپ کے خیال میں ذرائع ابلاغ میں مسلمانوں کی شمولیت کس طرح ہونی چاہیے؟

جواب: اس میں کوئی شک نہیں، اسی لئے تو مندرجہ بالا باتیں کی جارہی ہیں۔

سوال: آج ذرائع ابلاغ کو اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ کو داغدار کرنے کے مقصد کے لئے جس طرح استعمال کیا جارہا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، اس تناظر میں کیا یہ بات ضروری نہیں محسوس ہوتی کہ مدارس اور دینی تنظیموں کے ذریعہ دعوتی مقاصد کی خاطر میڈیا اور سوشل میڈیا کے سیل ہونے چاہیے!

جواب: ضرورت شدید ہے، اور اس کے احساس کو عام کرنا چاہیے، اور اس کی صلاحیت رکھنے والے افراد کو جوڑنا چاہیے۔

سوال: گذشتہ دنوں مسلم پرسنل لاء بورڈ کی طرف سے خبر آئی کہ وہ ایسے افراد تیار کریں گے جو میڈیا کا سامنا کرسکیں گے، کیا اس مقصد کے لئے پرسنل لا کے پاس واقعی کوئی منصوبہ ہے؟ کیا ملک کے ممتاز تعلیمی اداروں میں اس سمت نہیں سوچنا چاہیے!

جواب: پرسنل لا بورڈ کے سامنے اس سلسلہ میں کیا منصوبہ ہے، اس کی تفصیل میرے پاس نہیں ہے، بہرحال ذمہ دار حضرات میڈیا کے استعمال کی ضرورت کا پورا احساس رکھتے ہیں، اور متعدد کام اس سلسلہ میں ہوئے ہیں، جو ابھی ابتدائی ہیں۔

سوال: آنجناب مختلف مسلم ممالک سے براہ راست واقف ہیں، ان ممالک میں تبلیغ ودعوت کیلئے میڈیا کو کس طرح استعمال کیا جارہا ہے؟ نیز وہاں اس بارے میں شرعی ہدایات کی کس طرح پابندی کی جاتی ہے؟

جواب: میڈیا کا استعمال عالم عرب اور اسلامی میں بے دریغ ہے، لیکن سرکاری

سطح پراس کا استعمال اکثروبیشتر اپنی پالیسیوں کے لئے ہوتا ہے، نہ کہ اسلام کے دفاع اوراس کی خدمت کے لئے، اس لئے وہاں بھی دعاۃ، مبلغین اور معلمین کا حال وہی ہے جو ہمارے یہاں ہے، زیادہ وسائل کی بنیاد پر وہاں بعض آزاد اداروں اور تنظیموں کی طرف سے سوشل میڈیا کا یا بعض چینلز کا اچھا استعمال ہورہا ہے۔

سوال: جب کبھی میڈیا کا ذکر آتا ہے تو بات کہیں نہ کہیں تصویر پر جا کے اٹک جاتی ہے، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: اس کا جواب اوپر گذر چکا ہے۔

سوال: سوشل میڈیا کے ذریعہ دعوتی سرگرمیاں کس طرح انجام دی جاسکتی ہیں، اسی طرح غلط فہمیوں کے ازالہ کیلئے ان ذرائع کو کیسے استعمال کیا جاسکتا ہے؟

جواب: سوشل میڈیا کا دعوتی اور تعلیمی مقاصد کے لئے بھرپور استعمال کیا جاسکتا ہے، اس سلسلہ میں دیگر غیر اسلامی تنظیموں سے سبق لینا چاہیے، اور تجربے سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیے۔

سوال: تعلیم کی طرح میڈیا بھی ایک کامیاب بزنس ہے، اور اس پر ایک خاص ذہن رکھنے والوں کی اجارہ داری ہے، اس تناظر میں کیا آپ اہل ثروت مسلمانوں کو یہ مشورہ دینا پسند کریں گے کہ وہ میڈیا بزنس میں اپنی حصہ داری بڑھائیں۔

جواب: میڈیا کا استعمال معاشی مقاصد کے لئے بھی جنگی پیمانہ پر ہورہا ہے، مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ اسلامی حدود میں معاشی مقاصد کے لئے اس کا استعمال کریں۔

سوال: آج کے میڈیائی چیلنجز کے پیش نظر نوجوان فضلاء کی کس طرح تربیت ہونی چاہے کہ وہ وقت کے ان سوالات کا بہتر طریقہ پر جواب دے سکیں۔

جواب: مدارس اور کالجز کے اچھے نوجوانوں کو ماس میڈیا کی اچھی تربیت ان کے کامیاب اداروں میں دینا چاہیے، تا کہ وہ پروفیشنل طریقہ پر اس کا اسلام کی خدمت کے لئے استعمال کریں۔

مسلمان اور انٹرنیٹ

محمد مسلم عثمانی

انٹرنیٹ کی دنیا بہت وسیع ہے، اس ایک پلیٹ فارم پر ایک میلہ لگا ہے جہاں دنیا بھر کے لوگ اپنے اپنے علموں کی پوٹلی لئے جمع ہیں اور تبھی ایک دوسرے سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، پہلے مویشیوں کے بازار لگتے تھے، جو کئی کئی دنوں تک چلتے تھے، دن میں لوگ جانوروں کی خرید وفروخت کرتے تھے اور رات میں سماجی اور ثقافتی پروگرام ہوتے تھے، زمانہ جاہلیت کے بازار عکاظ کی طرح، یہی روایت ایک نئے تکنیکی انداز سے انٹرنیٹ کی شکل میں رائج ہے، اس پلیٹ فارم پر ہر چیز مہیا ہے، آپ اپنی ضرورت کی اچھی بری چیز یہاں سے لے سکتے ہیں، وقت اور جگہ کی قید نہیں، یہ بازار ہفتہ کے ساتوں دن چوبیسوں گھنٹے کھلا رہتا ہے۔

کسی بھی قسم کی معلومات اس سے حاصل کی جاسکتی ہے، علم کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ یہاں موجود نہ ہو، یہاں علم نافع بھی ہے اور ہم مہلک بھی، تو ان کی تفسیریں بھی اور حدیث کی کتابیں بھی۔ سچ پر مبنی حقائق بھی ہیں اور جھوٹ اور فحاشی کے پلندے بھی، انٹرنیٹ کے ذریعہ دور دراز کے لوگوں سے خط وکتابت بھی کی جاسکتی ہے، اور براہ راست گفتگو بھی، یہ ایک ماسٹر چابی ہے جس سے ہر تالہ کھولا جاسکتا ہے۔

پہلے یہ سارے کام کمپیوٹر کے ذریعہ کئے جاتے تھے جس میں کسی ایک جگہ بیٹھ کر ہی انٹرنیٹ کا فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا، پھر اسمارٹ ون آگئے اور انسان کی زندگی میں گویا انقلاب آگیا، اب اسمارٹ فون کے بغیر زندگی بڑی ادھوری سی لگتی ہے، موبائل فون انسانی جسم کا حصہ بن گیا ہے، سوتے جاگتے ہر وقت اس کی ضروت ہے، اب نہ ریڈیو کی ضرورت ہے، نہ اخبار کی، نہ کاغذ چاہئے نہ قلم، گھڑی غیر ضروری بن گئی ہے اور کیمرے بیکار، ہر چیز آن

لائن خریدی جاسکتی ہے، کہیں رقم بھیجنے کے لئے، ٹیکس ادا کرنے کے لئے، قیمت چکانے کے لئے انٹرنیٹ کا استعمال کیا جاسکتا ہے، ٹرین کا ٹکٹ ہوائی جہاز کا ٹکٹ یا فلم کا ٹکٹ خریدنے کے لئے لائن میں لگنے کی ضرورت نہیں، گھر بیٹھے ٹکٹ خریدیئے، ادائیگی کیجئے اور ٹکٹ پلک جھپکتے میں آپ کے اسمارٹ فون پر آموجود۔ زندگی بہت آسان ہوگئی ہے۔

زندگی کی آسانی تو مطلوب ہے لیکن ایک مومن کے لئے منزل مقصود تو نہیں، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کا استعمال ہم کررہے ہیں یا نعمت ہمارا استحصال کررہی ہے، اس پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔

ویسے تو کمپیوٹر اور انٹرنیٹ دونوں ہی اعلیٰ تعلیمی اور تحقیقی سرگرمیوں کے لئے ٹول ہیں لیکن تعلیم وتحقیق کے میدان میں مسلمان کھلاڑی کم ہی نظر آتے ہیں، جو تھوڑے بہت ہوں گے، وہ یقینا اس سے فائدہ اٹھا رہے ہوں گے، عام مسلمانوں کا تعلق انٹرنیٹ سے اسمارٹ فون کے ذریعہ ہے، اس اہم جہت سہولت کا مسلمان کیا استعمال کررہے ہیں، اس کا بے لاگ جائزہ لینے پر صورت حال بہت زیادہ خوش کن نہیں ہے۔

انٹرنیٹ کی دنیا کو ورلڈ وائڈ ویب یا WWW بھی کہتے ہیں اس کو صرف نیٹ بھی کہا جاتا ہے، یہاں اس کی تکنیک سے بحث نہیں ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ گوگل یاہو، بنگ یا کسی اور سرچ انجن کے ذریعہ کتنی معلومات حاصل کی جاسکتی ہے، اس کا احاطہ اس مختصر مضمون میں کیا جاسکتا۔

سائنس، فلسفہ، تاریخ، مذاہب، حالات حاضرہ، مختلف زبانوں کی لغات، موسم کی پیش گوئیاں، علم وادب کے سارے گوشے، سبھی کتابیں قرآن مجید کی تفسیریں، احادیث کی کتابیں، غرضیکہ ہر چیز اس چھوٹے سے فون میں پنہاں ہیں، یہی نہیں، فحش فلموں، تصویروں، ویڈیو اور کہانیوں کی ایک الگ دنیا ہے جو اس میں آباد ہے۔ اس طرح ورلڈ وائڈ ویب ہماری دنیا اور آخرت بنا بھی سکتا ہے اور بگاڑ بھی۔ یہ ہماری طلب پر منحصر ہے

کہ ہم کیا چاہتے ہیں، جب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ قرآن کی کسی ایک آیت کے مختلف مترجمین نے کیا ترجمے کئے ہیں تو چند بٹن دبانے سے ہی فون کے اسکرین پر وہ آیت اور اس کے آگے ان مترجمین کے ترجمے جنہیں میں نے منتخب کیا ہے چند سکنڈ میں آجاتی ہیں، میں اس نعمت کے لئے اللہ کا شکرادا کرتا ہوں، ورنہ کتنے قرآن کھول کر دیکھتا، ایک ایک ترجمہ پڑھتا، ان کو ایک کے بعد ایک کاغذ پر لکھتا، کتنا وقت لگتا، یہ تو ایک مثال ہے، اسمارٹ فون ہمارے لئے اپنے اندر علم وفن کا ایک سمندر مقید کئے ہے، لیکن اس سہولت کا فائدہ کم ہی لوگ اٹھاتے ہیں، میرے حلقہ احباب میں میرے ہم عمر یعنی عمر کے آخری پڑاؤ پر کافی تعلیم یافتہ لوگ ہیں لیکن انٹرنیٹ سے اس طرح فائدہ اٹھانے کا ذکر کسی نے نہیں کیا۔

بڑی عمر کے لوگوں میں انٹرنیٹ جیسی نعمت سے اس بے نیازی کے اسباب کئی ہو سکتے ہیں، کچھ لوگ انگریزی سے کم علمی یا لاعلمی کے باعث معذور ہیں، کچھ لوگ اسے نئے زمانے کی چیز سمجھ کر اپنی پہنچ سے باہر کی چیز سمجھتے ہیں، اور کچھ لوگوں کو اس کی وسعت کا علم ہی نہیں ہے۔

نئی نسل کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں انٹرنیٹ کا استعمال کرتے ہیں لیکن یہ استعمال حقیقت مقاصد کے لئے ہوتا ہے یا منفی ضرورتوں کے تحت، اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، پھر بھی وہ نوجوان جو دینی علم کی طلب رکھتے ہیں اور اپنے سوالوں کے جواب انٹرنیٹ پر ڈھونڈتے ہیں، وہ مسلکوں کی چہار دیواری سے باہر نکل جانے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے، اپنے سوال کا جواب ان کو دیوبندی سائٹ سے بھی مل جاتا ہے، اور بریلوی سائٹ سے بھی، اس سوال کا جواب انہیں اہل حدیث یا سلفی علماء سے بھی مل جاتا ہے، جو ان کو اچھا لگتا ہے یا جوان کو آسانی سے مل جاتا ہے اس کو مان لیتے ہیں، فقہی مسالک کی حاصل دیاروں کے نقوش اس طرح مبہم ہورہے ہیں، تو یہ بھی شاید نیک فال ہی ہے۔

انٹرنیٹ پر یوٹیوب Youtube کسی نظریہ کی تشہیر کے لئے انتہائی مؤثر

ذریعہ ہے، مختصر وقفہ میں ایک ودیوں کے ذریعہ اپنی بات کہنے کے لئے اس کا زبردست
استعمال کیا جا رہا ہے، اس کا استعمال بھی خیر اور شر دونوں طرح کی بات دوسروں تک
پہنچانے میں خوب ہوتا ہے، ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مرحوم، ڈاکٹر ذاکر نائک، ڈاکٹر فرحت
تابشی اور مولانا طارق جمیل صاحب کے مفید اور روح پرور بیانوں پر مبنی ویڈیو خاصی تعداد
میں یوٹیوب پر دستیاب ہیں، ساتھ ہی ساتھ غیر اخلاقی ویڈیو بھی ملتے ہیں، ہندوستان کے
کسی عالم دین نے اشاعت دین کیے لئے اس ذریعہ ابلاغ کو اپنایا ہے یا نہیں، اس کا
مجھے علم نہیں ہے، مدارس کے مشاہیر علماء کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے ورنہ دعوت دین کے
لئے اتنے مؤثر طریقہ کو نہ اپنانا، کفران نعمت ہی سمجھا جائے گا۔

انٹرنیٹ سے متعلق جو چیز سب سے زیاداہ اثر انداز ہوئی ہے وہ ہے فیس بک
اور وہاسٹ ایپ، اب ان دونوں اپلیکیشنز نے ہر شخص پر اپنا جادو چلایا ہے اور آج کل
شاید کوئی ایسا شخص ہو جس کے پاس اسمارٹ فون ہو اور ان میں ڈوبا ہوا نہ ہو، فیس بک پر
جس کا اکاؤنٹ ہے وہ گویا اپنی خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ چوراہے پر کھڑا ہے، اس پر
کچھ زیادہ لکھنا فضول ہے، کیونکہ جو لوگ فیس بک کے میدان کے کھلاڑی ہیں وہ خود ہی
اپنی بیماری کی شدت کو سمجھتے ہیں، اگر آپ چاہتے ہیں کہ وقت ضائع ہو اور اس کا احساس
زیاں بھی نہ ہو تو فیس بک پر فعال ہو جایئے۔

اور اب وہاٹس اپ! کیسا جادو ہے کہ جو ہر سر پر چڑھ کر بول رہا ہے، یہ بول تو
دنیا میں کہیں بھی موجود دو یا دو سے زیادہ لوگوں کے بیچ میں انسٹنٹ بھی فوری بات چیت کا
ذریعہ ہے، لیکن اس کے ذریعہ فوٹو، ویڈیو، آڈیو سب کچھ بھیجا جا سکتا ہے، اس کا سب سے
خطرناک ہتھیار، ''فارورڈ'' ہے، وہاٹس ایپ کے لئے خصوصی طور پر پیغامات، ویڈیو،
آڈیو، جنزیٹ اور اختیارات تیار کئے جاتے ہیں اور لوگ اس کو آپس میں ''فارورڈ''
کرتے ہیں اور عام رائے سازی میں اپنا تعاون دیتے ہیں، اس میں جھول جنتری بھی

ہوتی ہے، فساد بھڑکانے والے پیغامات بھی ہوتے ہیں، اور فحش تصویریں بھی، فرقہ وارانہ
منافقت کو فروغ دینے والے ویڈیو اور جنزیں بھی بے دھڑک فارورڈ ہوتے ہیں، اس
میں اچھی چیزیں بھی ہوتی ہیں، اور عمر اور تعلیمی استعداد کے لوگ بلا تفریق مذہب وملت
اس میں مبتلا ہیں، یہ اس شراب کی طرح ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
کہ اس میں خوبیاں اور خرابیاں دونوں ہیں لیکن خرابیاں زیادہ ہیں، فارورڈ کرتے وقت
انسان پوسٹ مین کی طرح کام کرتا ہے، ایک پیغام آیا اور اس کو فوراً اگلے پتہ پر بھیج دیا،
پوسٹ مین، نہیں دیکھتا کہ خط میں لکھا کیا ہے، سچ ہے یا جھوٹ ہے، اس کا کام ہے خط
ڈیلیوور کرنا، یہی آج کل زیادہ تر لوگوں کا کام ہے، کسی بھی چیز، ویڈیو، آڈیو، طغرہ کی
حقیقت جانے بغیر اور سچائی سمجھے بغیر پہلی فرصت میں فارورڈ کر دیا جاتا ہے اور اس
جھوٹ، فریب مکر کی تشہیر میں شامل ہونے میں کوئی برائی نہیں سمجھی جاتی، یہ حال جاہل اور
ان پڑھ مسلمانوں کا نہیں ہے، پڑھے لکھے لوگ ایسا کرتے ہیں۔

انٹرنیٹ دینی اور دنیاوی علوم کے حصول اور تدریج کے لئے ایک بین الاقوامی
درسگاہ تھے، سوشل میڈیا اسی کی ایک شاخ ہے جس سے آج زندگی کا ہر شعبہ متاثر ہو رہا
ہے، مسلمانوں کو اس کے استعمال میں بھی تقویٰ اختیار کرنا چاہئے، اس سے زیادہ سے
زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے، اور دعوت دین کے لئے عموماً اور مسلمانوں کی
شبیہ برادران وطن کی نظروں میں بہتر بنانے کے لئے اچھے معیار کے ویڈیو تیار کرنے کی
طرف توجہ کرنی چاہئے، جو دینی ودیو یوٹیوب پر ملتے ہیں وہ عام طور پر مسلمانوں کے
ذریعہ مسلمانوں کے لئے ہوتے ہیں، ایک نئے یوٹیوب چینل کی ضرورت ہے جس کا نام
''پیغام انسانیت'' قسم کا ہو اور اس کی زبان ہندوستانی ہوتا کہ برادران وطن اس سے بد
ظن نہ ہو، بلکہ اسلام کی صحیح تصویر ان کے سامنے آئے، اللہ ساری اس کاوش کو قبول
فرمائے۔ آمین ۔

صحافت وسوشل میڈیا

اوراس میں خواتین کی حصہ داری

مولانا مطیع الرحمن عوف ندوی

استاذ معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء

صحافت یا ذرائع ابلاغ قوموں کی بیدار مغزی اور ان کی ترویج وترقی کی علامت ہوا کرتے ہیں، ان ذرائع ووسائل سے جہاں ملکوں میں انقلاب برپا ہوتے وہیں حاشیہ پر پہنچی ہوئی قومیں ترقی کے کوہ ہمالہ پر نظر آنے لگتی ہیں، اپنے افکار ونظریات اوراحوال وآثار کو دوسروں تک پہنچانے اور ملک کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنے کا یہ سب سے مؤثر ذریعہ اور ہتھیار ہوتے ہیں، بسا اوقات شمشیر وسناں اور توپ وتفنگ کی طاقت ان وسائل کے سامنے شرمندہ وخوار نظر آتی ہے، صحافت کو مملکت کو چوتھا ستون اور تیسری آنکھ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور جس طرح جنگ کی مختلف قسمیں ہوا کرتی ہیں، صحافت کی بھی مختلف اقسام ہوتی ہیں، لیکن اس وقت اس سے بحث کرنا محض بات کو طول دینا ہے۔

موجودہ دور میں صحافت نے بے پناہ ترقی کر لی ہے، کبھی اخبارات ورسائل ہی صحافت کی کنجی ہوا کرتے تھے، اور نظامہائے حکومت کے خلاف دندناتے نظر آتے تھے، اوران پر خالص پالیسی سازوں کی اجارہ داری ہوا کرتی تھی۔ وہ جس فکر اور نظریے کو فروغ دینا چاہتے تھے، اس کی شاہ کلید ان کے ہاتھ میں ہوا کرتی تھی، لیکن اس دور میں ذرائع لا متناہی ہیں، اور ہر فرد پیغام رسانی کا ایک آلہ اپنے تصرف میں لئے ہوتے نظر آتا ہے، اس کو عوامی ابلاغ یا سوشل میڈیا سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور چند ساعتوں میں ایک فرد کا نظریہ دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچایا جا سکتا ہے، اس دور میں جیسا کہ میں نے کہا یہ ذرائع لامحدود ہیں، چنانچہ ٹی وی چینلز، ویب سائٹ فیس بک، واٹس اپ، ٹویٹر،

انسٹا گرام، اور یوٹیوب پر لوگ اپنی لنک مہیا کرتے ہیں اور صارف ان کو سبسکرائب کرتا ہے، فالو کرتا ہے، اور اگر بات ڈھنگ کی معلوم ہوتی ہے تو اپنے حلقۂ تعارف میں شیئر کرتا ہے، مختلف چینل شہرت و ناموری اور تجارتی نقطہ نظر سے گرما گرم بحثوں اور واقعات وابحاث کو موضوع سخن بناتے ہیں اور خوب دھوم مچاتے ہیں، تو بہت سے چینل قدیم زمانے کے قصیدہ خوانوں کی طرح کی مدح سرائی کو اپنا شغل بنا کر حکومت سے حاصل شدہ بوٹی پر اتراتے نظر آتے ہیں، یہاں تک کہ حکومتوں کے عزل ونصب اور قوموں کو تاخت و تاراج کرنے کا کام اب کہیں زیادہ انہیں ذرائع سے لیا جاتا ہے۔

ہم جس ملک کے باشندے ہیں، اور جس مذہب کے پیروکار ہیں، ملک کے موجودہ حالات میں پوری دنیا کی طرح یہاں بھی اسلام تختۂ مشق اور ہدف ملامت نظر آتا ہے، شکوک وشبہات پیدا کرنا اور اسلام کی غلط تصویر کشی کرنا عالمی میڈیا کا وطیرہ بن چکا ہے، بلکہ ہمارا قومی میڈیا تو اس کے لئے دیوانگی کی حد تک پہنچ گیا ہے اور اس نے اخلاق اور انسانیت وشرافت کی تمام حدود کو اپنے کاز کے لئے پار کر لیا ہے، اور اس کے لئے وہ جتنا مکر، جھوٹ فریب، چالبازی، بددیانتی، وبدعنوانی کر سکتے ہیں کرتے ہیں، خاص طور پر موجودہ دور میں خواتین کے مسائل کو بہت ابھارا گیا، نکاح وطلاق، پردہ اور عورتوں کی تعلیم کو موضوع بنا کر اسلام کو بدنام کرنے کی مہم چلائی گئی، اور نام نہاد مسلم خواتین کو ڈی بیٹ کی میز پر لا کر اسلام کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، اس لئے خواتین کی حصہ داری پورے طور سے ضروری معلوم ہوتی ہے۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں اسلامی نقطہ نظر اور تاریخ اسلامی پر ایک ہلکی سی نظر بھی ڈالی جائے تاکہ بحث کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

اسلام نے عورتوں کو بھی بے پناہ حقوق عطا کئے، مثلاً لڑکیوں کو پہلے وراثت میں حصہ نہیں ملتا تھا، اسلام نے وراثت میں لڑکیوں کا حصہ مقرر کیا، عورتوں کو کمانے کا حق

دے کر اس کا معاشی آزادی دی، رسول پاک ؐ نے فرمایا کہ ماؤں کے قدموں تلے جنت ہے اور عورتوں کو مردوں کا اور مردوں کو عورتوں کا لباس قرار دیا، اسلام نے بیوہ کو شادی کا حق دیا، اس طرح عورتوں کو طلاق کا بھی حق دیا، لیکن اسلام نے عورتوں اور مردوں کے دائرہ کار متعین کر کے عورتوں کو وہ حیثیت عطا کی ، جسے دیگر اقوام نے فراموش کر دیا تھا ، اسی طرح گھر کے کاموں کی ذمہ داری عورتوں کی اور باہر کے کاموں کی ذمہ داری مردوں کی قرار دی ، چنانچہ تفصیل میں جائے بغیر مدینہ منورہ کا جو معاشرہ تھا اس میں تمام اخلاقی خوبیاں موجود تھیں ، شریعت نے جرائم وتعزیرات کے لئے جو حدود متعین کئے اور قصاص کا جو نظام بنایا اس کی بنا پر جرائم کا خاتمہ ہوا اور لوگ ایک پاکیزہ معاشرہ میں سانس لینے کے لائق ہوئے۔

بنو امیہ کے دور میں انشاء اور خطوط نویسی نے ایک فن کی شکل اختیار کر لی تھی ، اس زمانہ میں اسکو فن کتب کہا جاتا تھا ، اور کاتب کی حیثیت ادیب اور انشاء پرداز کی ہوتی تھی ، مؤرخین نے لکھا ہے کہ کتابت عبدالحمید سے شروع ہوئی اور ابن العمید پر ختم ہوئی ، عبدالحمید خلیفہ عبدالملک کے کاتب تھے اور ابن العمید چوتھی صدی ہجری کے ادیب تھے ۔(ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ: ص ۱۸۳)

عباسی دور اور بنو امیہ میں بہت نمایاں فرق نظر نہیں آتا ، علوم وفنون اور تصنیف و تالیف جس کا آغاز بنو امیہ کے دور میں ہو گیا تھا اس دور میں عروج کو پہنچ گئے ، یونانی ، فارسی ، سریانی اور سنسکرت کی کتابوں کے بکثرت ترجمے کئے گئے اس دور میں مسلمانوں نے کاغذ بنانے کے فن کو سیکھا یہ فن انھوں نے چینی قیدیوں سے سیکھا جو بنو امیہ کے زمانے میں سمرقند کی فتح کے وقت ۷۰۴ ھ میں گرفتار ہوئے تھے اس سے قبل کتابت جھلیوں ، کھالوں ، اور مختلف قسم کے پتوں پر ہوتی تھی۔

اس دور میں دو جلیل القدر خواتین سب سے نمایاں نظر آتی ہیں ایک ہارون رشید کی بیوی زبیدہ جو امین الرشید کی ماں تھی دوسری سیدہ نفیسہ جو مصر کی ایک عابدہ زاہدہ

خاتون تھیں ، مکہ معظمہ کی نہر زبیدہ ملکہ زبیدہ کا کارنامہ ہے۔

اس کے بعد دور زوال شروع ہوتا ہے ، اور اسلام دفاعی پوزیشن میں آتا ہے ، اور صلیبی جنگیں شروع ہوتی ہیں ، علم وتمدن اسلامی دنیا سے یورپ منتقل ہوتا ہے۔

یورپ کا ذکر آیا تو بہتر ہوگا کہ اس موقع پر ہم اسپین اور بغداد کی تہذیبی وتمدنی تاریخ پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں۔

اسپین و بغداد میں قرآن مجید ہی کے شغف سے قرون وسطیٰ میں 'فن خطاطی' (calligraphy) کو فروغ ملا ، مساجد کی تعمیر سے 'فن تعمیر' اسپین میں فنون لطیفہ کو تمام عالم اسلام سے بڑھ کر ترویج ملی اور وہاں خطاطی (calligraphy)، موسیقی (music)، تعمیر وتزئین (decorative artarchitecture/)، مصوری (painting)، فیشن اور دوسرے بہت سے صنعتی فنون اپنے دور کی مناسبت سے ترقی کی اوج ثریا پر فائز تھے۔

حصول و افشائے علم میں کاغذ کو مرکزی کردار حاصل ہے ، بغداد کی خلافت عباسیہ اور اسپین کی خلافت امویہ کے دور میں علم کی وسیع پیمانے پر ترویج اشاعت کتب ہی کے ذریعہ ممکن ہوئی ، کاغذ کی ایجاد سے قبل جن اشیاء (چمڑے وغیرہ) پر کتابیں لکھی جاتی تھیں ، وہ اس قابل نہ تھیں کہ فقط ان کے بل بوتے پر لاکھوں کتب پر مشتمل بڑی بڑی لائبریریاں وجود میں آسکتیں۔

الغرض مختلف ادوار میں ابلاغ کے ذرائع کو حکومتی اور عوامی سطح پر فروغ ملتا رہا ، اور اسلام نے تو اس سلسلہ میں جو حکمت عملی اور جو شاہراہ متعین کی ہے اگر دنیا میں اس کی تقلید کر لی جائے تو بہت سے مفاسد کا خود بخود خاتمہ ہو جائے اور حکومتوں کو اس کے لئے بے دریغ ، سرمایہ صرف نہ کرنا پڑے مثلاً آج کل میڈیا میں بغیر کسی تحقیق کے کسی مذہب پر کسی شخصیت پر یا کسی ادارے پر الزام تراشی کی جاتی ہے ، اور اس کی شخصیت کو داغدار کیا جاتا ہے ، جب کہ اسلام کا اصول ہے کہ "یا ایھا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا أن تصیبوا

قوماً بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم نادمين۔(سورہ حجرات:٦)

اس طرح ہمارے نبی کی مبارک زندگی سچائی وامانت سے ممتاز تھی، جب انہوں نے کوہ صفا پر کھڑے ہوکرلوگوں سے کہا کہ اگر میں تم کو پہاڑ کے پیچھے دشمن کا پتہ دوں تو کیا تم تصدیق کروگے تولوگوں نے کہا آپ تو صادق وامین ہیں، بھلا آپ کی بات کیسے جھوٹی ہوسکتی ہے۔

اسلام نے کذب وافتراء اوراس قبیلہ کے تمام امور کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے، اس لئے اگر ہم اسلام کے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے ابلاغ واعلام کا کام امانت و دیانت اور کے ساتھ انجام دیں تو دنیا کے لئے اس سے زیادہ بہتر کیا ہوگا، کہ جھوٹ اور افتراء پر مبنی میڈیا کے مقابلہ اسلام کا صدق وصفا سے آراستہ پاکیزہ و بے باک میڈیا وجود میں آئے۔

اسلام ایک آفاقی اور عالم گیر مذہب ہے نیز اس کا نظام عدالت اور نظام سیاست بھی دنیا کے تمام نظامہائے حکومت سے بہتر اور قابل تقلید رہا ہے، نیز یہ کہ اسلام کی دعوت حق کی دعوت ہے، دنیا کے بت کدہ میں توحید کا غلغلہ بلند کرنا ایک مسلمان کا فریضہ ہے، اوراس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس وقت دنیا کے مختلف حصوں میں غیر انسانی سلوک اورانسانی حقوق کی پامالی ہورہی ہے، حتی کہ انسانی جان کی قیمت حیوان سے بھی کم تر ہوکر رہ گئی ہے، آلات ووسائل کی بہتات کے اس دور میں انسان کی حیثیت ایک مشین کی ہوکر رہ گئی ہے، نہ اس کے اندر احساسات ہیں نہ جذبۂ اخلاق وکردار نہ مساوات ہے نہ ہمدردی، نہ قرابت داریاں ہیں اور نہ انسانیت، ان حالات میں میڈیا کے سلسلہ میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں دوچند ہوجاتی ہیں۔

اس وقت پوری دنیا میں حجاب کے مسئلہ کو لے کر نیز اسلام میں خواتین کی تعلیم کو موضوع بنا کر اسلام کا مذاق اڑایا جاتا ہے، اور ہمارے ملک میں کبھی نکاح وطلاق کو لے کر تو کبھی وراثت وآزادئ نسواں کو لے کر، تو کبھی ان کی تعلیم وغیرہ کو بنیاد بنا کر موجودہ

میڈیا بالخصوص سوشل میڈیا پر مذہب اسلام کو نشانہ بنایا جاتا ہے، اور پھر خود نام نہاد مسلم خواتین کو پردہ سیمیں پر لا کر اسلام مخالف بیانات دلوائے جاتے ہیں، ڈیبیٹ میں ایسی مسلم خواتین کی نمائندگی کی کوشش کی جاتی ہے، جو اسلامی شریعت کا دفاع تو دور ہے بلکہ اس پر حملہ آور نظر آتی ہیں، اور بعض روشن خیال اور تسلیمہ نسرینات کی تربیت کر کے انہیں کو مسلمانوں کا نمائندہ ثابت کیا جاتا ہے، اور پھر جب وہ شریعت پر انگشت نمائی کرتی ہیں تو ان کی باتوں کو سند کا درجہ عطا کر دیا جاتا ہے، ان حالات میں ضرورت ہے کہ مسلم خواتین خاص طور سے مدارس و جامعات میں تعلیم حاصل کرنے والی طالبات اس طرح کے موضوع پر مکمل تیاری کریں، مطالعہ کریں اور اسلام کی حقانیت کو ثابت کریں، شکوک وشبہات کو دور کرنے کا کام کریں، اور شریعت کے استہزاء وتمسخر کا موقع نہ دیں۔

اس سلسلہ میں جامعات ومدارس بنات میں بعض ضروری اقدام کے سلسلہ میں فکرمندی ضروری ہے، ابتدائی درجات کے مطالعہ میں ایسی کتابیں داخل کی جائیں جو طالبات کے لئے اسلامی تاریخ سے واقفیت اور اسلامی شریعت ومعاشرت کے بارے میں معلومات فراہم کریں، عالی درجات میں بالخصوص عائلی مسائل، وراثت، اور اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات اور ان کے جواب کے لئے معاون کتابیں داخل کی جائیں، عالمیت کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فضیلت کے درجات میں باقاعدہ طور پر صحافت کا ایک تعلیمی گھنٹہ ہو جس میں فنی طور پر صحافت کی تعلیم اور کچھ عملی مشقیں ہوں، کسی موضوع پر بحث ومباحثہ اور ڈی بیٹ ومذاکرات ہوں، ان طالبات کو تیار کیا جائے، اگر ممکن ہو تو بعض ادارے جن کو مرکزی حیثیت حاصل ہے مستقل طور پر صحافت کا کورس بھی کرایا جاسکتا ہے، اگر ہم نے اس سلسلہ میں فکرمندی اور پیش قدمی کا ثبوت دیا تو ان شاء اللہ ہمارے درمیان خواتین کی ایک ایسی ٹیم تیار ہوسکتی ہے، جو ملک کے طول وعرض میں خواتین سے متعلق پیش آمدہ مسائل پر بہترین نمائندگی کرسکے، اور آج کل کی طرح ہم کو بے جا نمائندگی کی وجہ سے شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔□□□□□

سوشل میڈیا کیا ہے......؟

سہیل بلخی

آج کے دور میں سوشل میڈیا کی بڑی اہمیت ہے۔ سوشل میڈیا سے مراد انٹرنیٹ، بلاگز، سماجی روابط کی ویب سائٹس، موبائل ایس ایم ایس اور دیگر ہیں، روایتی میڈیا سے تعلق رکھنے والے صحافی اور دیگر کاروباری افراد معلومات کو عوام تک پہنچانے کے لیے بڑی تعداد میں سوشل میڈیا سائٹس جیسے فیس بک، ٹوئٹر، مائی اسپیس، گوگل پلس، ڈگ اور دیگر سے جڑے ہوئے ہیں۔

سوشل میڈیا الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا سے بھی زیادہ تیزی سے مقبول ہو رہا ہے۔ میڈیا کے ذریعے معلومات کا ذخیرہ آپ تک خود بخود بذریعہ ای میل اور انٹرنیٹ بلاگ پوسٹس پہنچ جاتا ہے، ایک چھوٹی سے چھوٹی خبر کو مقبول کرنے کے لیے کسی بھی سوشل سائٹ میں صرف ایک پوسٹ شیئر کرنے کی ضرورت ہے، پھر یہ خود بخود ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے فرد تک پہنچ جائے گی۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی نے انسان کو اتنا ترقی یافتہ بنا دیا ہے کہ وہ اپنا وقت ضائع کیے بغیر کہیں بھی بیٹھے بیٹھے پوری دنیا سے سوشل میڈیا کے ذریعے میل جول رکھ سکتا ہے۔

فیس بک پر موجود لوگوں کو اگر ایک ملک کی آبادی کے مطابق جانچا جائے تو یہ دنیا کا تیسرا بڑا ملک ہے اور سوشل میڈیا ویب پر حاوی ہے۔ جبکہ جسٹن بیبر، کیٹی پیری اور لیڈی گاگا کے ٹوئٹر فالوورز جرمنی، ترکی، جنوبی افریقہ، ارجنٹائن، مصر اور کینیڈا کی آبادی سے زیادہ ہیں۔ سوشل میڈیا تجارتی، پیشہ وارانہ، ذاتی اور تنظیمی برانڈ سازی کے لیے زبردست امکانات رکھتا ہے۔

آپ سوشل میڈیا پر جو کام کرنا چاہتے ہیں، اس کے لیے مناسب چیز کا انتخاب

کریں۔ مثلاً اگر آپ جنرل نالج کے مضمون لکھنا چاہتے ہیں تو وکی پیڈیا (Wikipedia) وغیرہ پر لکھیں۔ اگر آپ حالاتِ حاضرہ یا کسی بھی موضوع پر بحث مباحثہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے فورم (Forum) بہترین چیز ہے۔ اگر آپ اپنے خیالات، رائے اور تجزیے لوگوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے بلاگ (Blog) سے بہتر کوئی دوسری جگہ نہیں۔ اگر انٹرنیٹ پر اپنا حلقۂ احباب بڑھانا اور اپنی مصروفیات اور سرگرمیوں سے اپنے حلقۂ احباب کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے فیس بک (Facebook) وغیرہ بہترین ہیں۔ لوگوں کو سوشل میڈیا کی درست آگاہی نہیں ہے جس کی وجہ سے ایک طرف وہ فیس بک سے بلاگنگ کا کام لینے کی کوشش میں ہیں تو دوسری طرف بلاگ کو ٹوئٹر بنا رکھا ہے۔ اہم موضوعات فیس بک پر زیرِ بحث ہیں تو دوسری طرف اردو وکی پیڈیا ویران ہے، لوگ فورم کو چاٹ کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ دعوت و تبلیغ کے لیے بلاگ سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ بلاگ کی ایک تحریر، فیس بک کی سو شیئرنگ سے بہتر ہے۔

ہمارے یہاں انٹرنیٹ فیس بک سے شروع ہو کر فیس بک پر ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اچھا بھلا لکھنے والے لوگ بھی فیس بک کو ہی اوڑھنا بچھونا بنا کر بیٹھے ہیں۔ تخلیق کار سے لے کر فنکار تک، شعراء سے لے کر عام انسان تک سب کے سب اپنے قیمتی وقت کا سرمایا فیس بک پر لٹا رہے ہیں۔ کوئی انہیں سمجھائے کہ یہ فیس بکی شہرت یا حوصلہ افزائی نہایت ہی عارضی ہے۔ آپ فیس بک یا ٹوئٹر وغیرہ پر چاہے جتنی قیمتی چیز شیئر کریں، ایک دو دن تو اس کا بہت چرچا ہوگا مگر پھر وہ ایسے غائب ہوگی۔ بلاگ اور فورم وغیرہ پر لکھا محفوظ رہتا ہے۔ آپ لکھنا چھوڑ بھی دیں تو آپ کی پرانی تحریروں سے لوگ فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔ مواد تلاش میں آسان ہوتا ہے، اور سب سے بڑھ کر سرچ انجن بلاگ کو صرف منہ ہی نہیں لگاتے بلکہ بلاگ سرچ انجن کا چہیتا ہے۔ لوگوں میں آگہی پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ فیس بک

جس کام کے لیے بنی ہے اس سے وہی کام لیں بلکہ اچھی طرح لیں، مگر سستی اور عارضی شہرت وحوصلہ افزائی کے پیچھے نہ بھاگیں اور اصل بات کو سمجھیں۔ اپنی قیمتی تحریروں کو مناسب جگہ پر رکھیں تاکہ لوگ آسانی سے اور دیر تک ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔

سوشل میڈیا پر ہر قسم کی بات کی جا سکتی ہے اور لوگ اپنی پسند کے مطابق ہر نسل اور رنگ کے لوگوں سے رابطہ کر سکتے ہیں، جن سے وقت کے ساتھ ساتھ ایک تعلق اور دوستی کا رشتہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ تاہم سوشل میڈیا پر باتیں کرنے والوں کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ وہ جو بھی بات کر رہے ہیں اُس کے لیے انہیں جواب دہ ٹھیرایا جا سکتا ہے، اور اگر کسی کو اس بارے میں شکوک وشبہات ہیں تو اسے للت مودی بنام کرس کینز کیس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے جس کے نتیجے میں للت مودی کو 90 ہزار پاؤنڈ سے زیادہ جرمانہ ادا کرنا پڑ گیا تھا۔ کسی بھی سوشل میڈیا میں اکاؤنٹ بنا کر فوری طور پر استعمال کرنے سے پہلے اس کی سیٹنگ میں جا کر تمام آپشن چیک کریں، مطلوبہ پرائیویسی نافذ کریں اور پھر استعمال کرنا شروع کریں۔ پرائیویسی کا اگر ایک کھلا مطلب فیس بک کی زبان میں لیا جائے تو وہ یہ ہے کہ آپ کیسے اپنی فیس بک کی پروفائل کو استعمال کرنا چاہیں گے۔ آپ اسے 'فرینڈز اونلی' یعنی صرف دوستوں کی حد تک رکھ سکتے ہیں۔ دوسری صورت میں آپ 'فرینڈز آف فرینڈز' یعنی دوستوں کے دوستوں کو اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ بھی آپ کی پروفائل تک رسائی حاصل کر سکیں۔ آخری صورت ہے پبلک، جس کی صورت میں آپ کی پروفائل فیس بک اور اس کے غیر صارفین سب کی رسائی میں ہوگی۔ فیس بک اس وقت آپ کو اجازت دیتا ہے کہ آپ اپنی ایک پوسٹ یا تصویر یا ویڈیو کی پرائیویسی علیحدہ سے کر سکیں، اس صورت میں اگر آپ کی پروفائل کی پرائیویسی 'فرینڈز اونلی' ہے تو آپ ایک ویڈیو یا تصویر کو پبلک کر کے سب سے شیئر کر سکتے ہیں۔ اگر آپ نہیں چاہتے کہ ہر شخص آپ کی تصاویر اور فیس بک پروفائل پر نظر ڈالے تو بہتر ہوگا کہ آپ اپنی پروفائل کی پرائیویسی کی

سیٹنگ کو 'فرینڈز اونلی' پر رکھیں۔

ٹوئٹر ایک مائیکرو بلاگنگ ویب سائٹ ہے جس کی تعریف سے ظاہر ہے کہ یہ مختصر طور پر اظہارِ رائے کی جگہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر آپ اپنی رائے کا اظہار ایک سو چالیس حروف میں کرتے ہیں۔ یہ دنیا میں ہونے والے حالات وواقعات پر نظر رکھنے کا سب سے بہتر ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ بعض لوگ ٹوپکس اور ٹوپلز کے ناموں کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ ٹوئٹر پر آپ کو مختلف لوگ جو آپ کی باتوں، کام یا دلچسپیوں سے ہم آہنگی رکھتے ہیں یا پسند کرتے ہیں، فالو کر سکتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ جو بات بھی ٹوئٹر پر لکھیں گے وہ اُن تک پہنچے گی۔ اگر آپ کسی فالوور کو ناپسند کرتے ہیں یا وہ آپ کو ٹرول کر رہا ہے تو آپ اسے بلاک کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کسی صحافی، گلوکار، سیاستدان، ادارے، بینک، چینل، اخبار یا کسی بھی شخصیت کو پسند کرتے ہیں اور ان کی باتوں یا کاموں میں دلچسپی رکھتے ہیں تو ٹوئٹر آپ کو یہ سہولت دیتا ہے کہ آپ ان کو فالو کر کے ان تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ باقی تمام ذرائع کی نسبت ٹوئٹر پر جلدی جواب دیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کی کہی ہوئی بات زیادہ افراد تک جائے گی۔ مثال کے طور پر اگر آپ کے سو فالوورز ہیں اور ایک ہزار فالوورز رکھنے والی کوئی شخصیت آپ کی ٹوئٹ کو ری ٹوئٹ کرتی ہے تو آپ کی لکھی ہوئی بات گیارہ سو ٹوئٹرز تک پہنچ جاتی ہے۔ آپ کسی بھی شخصیت یا ٹوئٹر کا اکاؤنٹ رکھنے والے شخص کو ٹیگ کر سکتے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ آپ اُس تک اپنی بات پہنچا سکتے ہیں جو اُس کے کنیکٹ یا انٹریکشن کے صفحے پر ظاہر ہوگی۔ اس ذریعے سے بہت سارے افراد مختلف سیاستدانوں اور صاحب الرائے افراد تک اپنی بات پہنچاتے ہیں اور اکثر اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ اس بحث میں شامل لفظ کا استعمال اہم ہے۔ ٹوئٹر پر ٹرینڈ ایک ملک کی سطح یا پوری دنیا میں کیا جا سکتا ہے۔

سوشل میڈیا: دعوت کا وسیع میدان

محمد معصوم سیفی

(متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء)

اکیسویں صدی کے ٹیکنالوجی انقلاب نے دنیا پر کئی اثرات مرتب کئے ہیں، خاص طور پر انٹرنیٹ کی ایجاد نے ابلاغ کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے، اب دنیا عملاً global village (عالمی گاؤں) میں تبدیل ہوگئی ہے، برقی ابلاغ کے مثبت اور منفی اثرات سے دنیا کی آبادی کا ایک بڑا حصہ متأثر ہوا ہے، سیاسی سماجی اور معاشی سطح پر یہ اثرات اس قدر ہمہ گیر ہیں کہ اس سے کوئی معاشرہ مستثنیٰ نہیں ہے، ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ کے اس عظیم انقلاب کا ایک بڑا پہلو Social Media (سماجی رابطہ) ہے، سوشل میڈیا اس کے بڑھتے چلن، سماج پر اس کے گہرے اثرات خصوصاً نوجوان نسل کی اس سے گہری وابستگی آج کل ریسرچ کا ایک اہم موضوع بن گئے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ "معاشرے میں جدید ٹیکنالوجی کے ذریعہ اپنی بات کو دوسروں تک پھیلانے کو سوشل میڈیا کہتے ہیں تو غلط نہ ہوگا، سوشل میڈیا انٹرنیٹ سے جڑا ایک ایسا نیٹ ورک ہے جو افراد اور ساتھ ہی اداروں کو ایک دوسرے سے مربوط ہونے، خیالات کا تبادلہ کرنے اور اپنے پیغام کی ترسیل کرنے، اسی طرح انٹرنیٹ پر موجود دیگر کئی چیزوں جیسے گرافکس، ویڈیوز، آڈیوز، پوسٹرس وغیرہ کو ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

پچھلی ایک دہائی میں اس میں تیز رفتار ترقی ہوئی ہے، اور اس کی مقبولیت الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا سے بھی بڑھ چلی ہے، صرف ہندوستان میں سوشل سائٹوں کی تعداد ساڑھے تین سو سے زیادہ ہے، عالمی پیمانے پر اس کے صارفین کی تعداد مسلسل

بڑھتی جارہی ہے۔

۲۰۱۷ء کے اعداد وشمار کے مطابق فیس بک کے یومیہ صارفین (Daily users) کی تعداد 2.1 بلین ہے، جس میں ۲۷ % صارفین ہندوستان سے ہیں۔

Youtube کے صارفین کی تعداد ۱،۵ بلین، WhatApps کے صارفین کی تعداد 1 .2 بلین (فروری ۲۰۱۷ء) Facebook Massanger کے صارفین کی تعداد ۱،۲ بلین (اپریل ۲۰۱۷ء)، We Chat کے صارفین کی تعداد :۸۸۹/ ملین، Twittwer کے صارفین کی تعداد:۳۲۸/ ملین، Snapchat کے صارفین کی تعداد :۲۵۵ ملین، Reddit کے صارفین کی تعداد:۲۵۰/ ملین، Pinterest کے صارفین کی تعداد :۱۷۵/ ملین، Tumblr کے صارفین کی تعداد:۱۱۵/ ملین، Flickr کے صارفین کی تعداد:۱۱۲/ ملین، Google+ کے صارفین کی تعداد:۱۱۱/ ملین، LInkedin کے صارفین کی تعداد:۱۰۶/ ملین، یہ ۲۰۱۷ء کی مقبول ترین سائٹوں کی ایک مختصر جھلک تھی، جن میں صرف انہیں سائٹوں کا ذکر ہے جو بے پناہ مقبول اور جن کے صارفین کی روزمرہ تعداد ۱۰۰/ ملین سے زیادہ ہے۔

سوشل میڈیا پر صارفین کی بہتات کو دیکھتے ہوئے ہر فکر کے حاملین اپنی فکروں کو پھیلانے کی ہر ممکنہ کوشش کررہے ہیں، باطل مذاہب اور گمراہ فرقے اس کے سہارے دین کے بازار میں کھوٹے سکوں کو خوب خوب رائج کررہے ہیں، جعلی اکاؤنٹ کے ذریعہ مجرمانہ سرگرمیاں روزافزوں ترقی پر ہیں، نوجوان طبقہ اپنا بیشتر وقت اس کے ذریعہ ضائع کررہا ہے، یہودی لابیاں خاص پلاننگ کے تحت نوجوان نسل کو برباد کرنے پر تلی ہوئی ہیں، صلیبی جنگوں میں شکست کھانے کے بعد انھوں نے فکری اور تہذیبی جنگ کی فضا قائم کررکھی ہے، اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے انھوں نے مستشرقین کی ایک کھیپ تیار کررکھی ہے، آج شبہات اور شہوات کی جو آندھی چل رہی ہے انھیں مستشرقین کی دسیسہ

کاریوں کا شاخسانہ ہے۔

برقی ابلاغ کی ان نئی جہتوں نے دعوت دین کا کام کرنے والوں کے لئے نہایت آسانی پیدا کردی ہے ہمیں دعوت کے فروغ کے لئے سوشل میڈیا کو نعمت غیر مترقبہ سمجھنا چاہئے، اور جب ہر فکر کے حاملین اس کا استعمال اپنے مقاصد کے لئے کررہے ہیں تو آفاقی دین کے حاملین کو بدرجۂ اولی آگے بڑھنے اور اس کا مثبت استعمال کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں اس کی خرابیوں سے انکار نہیں، مگر جب پانی پوری قوت سے بہہ رہا ہو تو اسے روکنے کے بجائے صحیح رخ دینا چاہئے۔

سوشل میڈیا کا مثبت اور منفی استعمال

یہ ہر شخص کے اپنے اوپر منحصر ہے کہ وہ سوشل میڈیا کا مثبت استعمال کرتا ہے یا منفی۔ اگر مثبت استعمال کیا جائے تو اس سے بڑھ کر مفید چیز کوئی نہیں۔ بحیثیت مسلمان، اگر انسان کا یہ عقیدہ ہے کہ اسے اپنے ہر عمل کا حساب دینا ہے تو وہ سوشل میڈیا پر غلط معلومات پھیلانے، دوسروں کو تنگ کرنے، تفاخر جتانے اور اس قسم کے دیگر مذموم مقاصد سے دور رہ کر مثبت کام کرے گا۔ یاد رکھیے کہ ہر شخص اپنی ذاتی زندگی میں کئی کٹھنائیوں سے نبرد آزما ہوتا ہے۔ سوشل میڈیا پر عام زندگی سے کہیں بڑھ کر جذباتیت اور منفیت پائی جاتی ہے جو اصل زندگی میں اثر پذیر ہوتی ہے۔ آپ کوشش کیجیے کہ اس کا مثبت استعمال دوسروں کی مشکل زندگیوں میں حوصلے بلند کرنے کا سبب ہو نہ کہ پریشانیوں میں اضافہ کرنے کا۔ ماخوذ

دینی فوائد کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال

پروفیسر حافظ شائق احمد یحییٰ

(شعبہ وائلڈ لائف سائنس، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

ابتدائے آفرینش سے ہی انسان اپنی رائے اور خواہشات ذاتی یا سماجی مفاد کے لیے ایک دوسرے سے شیئر کرتا رہا ہے۔ جیسے جیسے دنیا ترقی کرتی جارہی ہے، معلومات نشر کرنے کے طریقے بھی بدلتے اور زیادہ مؤثر ہوتے جارہے ہیں۔ آج سے چند دہائی قبل تک کوئی نہیں جانتا تھا کہ اطلاعات یا خبریں اتنے دور دراز تک اتنی تیزی اور آسانی سے پہنچائی جاسکتی ہیں، ٹی وی، انٹرنٹ اور ای میل وغیرہ نشر و ترسیل کے جدید ترین وسائل ہیں۔ ایک طرح سے ساری جانکاری اور معلومات انسان کے انگلیوں کے لمس پر آکر ٹک گئی ہیں۔ انگلیوں کے اشارے سے پل بھر میں ہم کسی بھی خبر سے واقف ہوسکتے ہیں۔ دنیا کو ایک آفاقی بستی کی طرح بنانے میں انٹرنٹ اور اب موبائل کے واٹس اپ وغیرہ کا بڑا ہاتھ ہے۔ ان وسائل کے ذریعے کسی جگہ اور کسی وقت بھی ہر چھوٹی بڑی اطلاع حاصل کی جاسکتی ہے۔

یوں تو سوشل میڈیا کے دائرے میں کئی طرز کے ترسیلی وسائل گردانے جاسکتے ہیں، مگر سوشل میڈیا کا سب سے عام استعمال ویب سائیٹس یا واٹس اپ وغیرہ کے ذریعہ اطلاعات کا اشتراک ہے۔ سوشل میڈیا ایک دودھاری تلوار کی طرح ہے جس کے ذریعہ اچھی یا بری اطلاع پل بھر میں پھیلائی جاسکتی ہے اور کبھی کبھی اس کے ذریعہ پھیلائی گئی اطلاع نہایت خطرناک صورت بھی اختیار کرسکتی ہے۔ لہٰذا اسکے استعمال کے وقت کئی طرح کی احتیاط ضروری ہے۔ شاید قارئین کو اطلاع ہو کہ حالیہ دنوں میں ”بلو وہیل“ نام کی ایک لنک رشیا کے ایک سرپھرے نے منشر کی جس کے زیر اثر بشمول ہندوستان، دنیا کے سینکڑوں نوجوانوں نے خودکشی کرلی۔ اسی طرح سوشل میڈیا کے زد میں آکر ہزا

روں لوگ وقت کا ضیاع کرتے ہیں۔اسکے بے جا استعمال سے اخلاقی قدریں بڑی
تیزی سے پامال ہورہی ہیں۔مگر سوشل میڈیا کے ذریعے بہتر سے نیک کام بھی انجام پا
سکتے ہیں۔ذیل میں چند نکات پیش کئے جاتے ہیں جنہیں عمل میں لاکر دین کا فروغ
بھی ہوسکتا ہے۔یہاں ایک بات کی احتیاط ضروری ہے۔سوشل میڈیا کے ذریعے منتشر کر
نے والے مواد جب تیار کئے جائیں تو وسعت نظری کا عندیہ اور خیال رہے، کیونکہ
اسلام ایک آفاقی مذہب ہے اور دنیا کے مسلمان مختلف اماموں کی پیروی کرتے ہیں۔
لہٰذا دین کی بنیادی باتوں کو ہی سوشل میڈیا کے ذریعے پھیلانے کی سعی کی جائے۔فروعی،
اختلافی اور غیر مروج باتوں کے نشر سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہئے۔

سوشل میڈیا کے ذریعے مذہبی فروغ کے لیے چند نکات:

ا۔علماء سے عوام کا تعلق بہتر ہوسکتا ہے کیونکہ سائل کو فراغت سے جواب دیا جا
سکتا ہے۔اور کسی مسئلہ کو حل کرنے کا وافر وقت مل سکتا ہے۔

۲۔دینی مضامین کا سہولت سے اشتراک (Share) کیا جاسکتا ہے۔

۳۔معاشرہ میں پھیلی گمراہی سے عوام کو بہ آسانی آگاہ کیا جاسکتا ہے اور انکے
مسائل کو حل کرنے کے صحیح مشورے دیے جاسکتے ہیں۔آپسی مذاکرات بھی سہولت سے ہو
سکتے ہیں۔

۴۔جو لوگ معروف نہیں ہیں لیکن دینی ذہن رکھتے ہیں اور دینی علم میں ماہر
ہیں، انکے خیالات عوام تک پہونچائے جاسکتے ہیں۔

۵۔ایسی جگہوں پر جہاں دینی معلومات حاصل کرنے کی براہ راست سہولت
نہیں ہے، سوشل میڈیا کے استعمال سے معلومات پہونچائی جاسکتی ہے۔

۶۔تاریخ اسلام کی جانکاری بھی عوام تک آسانی سے پہونچائی جاسکتی ہے۔

۷۔اسلام کے منفی اشاعت اور منفی ترجمانی سے عوام آگاہ کیا جاسکتا ہے۔

۸۔اسی طرح غیر مفید بحث و مباحث سے پرہیز کے لئے مشورے دئے جا

سکتے ہیں۔

۹۔غیر تصدیق باتوں پر یقین اور افواہوں پر عمل کرنے سے گریز کرنے کا
مشورہ بھی دیا جاسکتا ہے۔

۱۰۔غیر ضروری اور غیر فطری باتیں جو سوشل میڈیا سے اکثر پھیل جاتی ہیں، ان
سے گریز کرنے اور صحیح اقدام لینے کا مشورہ بھی سوشل میڈیا کے ذریعے دیا جاسکتا ہے۔

۱۱۔قرآن وحدیث، ہندوستان کے آئین اور مشہور علمائے کرام کی مذہبی
رواداری کی تعلیم سوشل میڈیا کے ذریعے پھیلائی جاسکتی ہے۔

۱۳۔مسلم نوجوانوں کو قومی مفاد اور حب وطنی کی تلقین کی جاسکتی ہے، کیونکہ
پرسکون اور صحت مند ماحول کی بقا کے ساتھ ہی دین کا فروغ ہوسکتا ہے۔

۱۴۔مسلم نوجوانوں کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کی اہمیت وافادیت
سے آگاہ کیا جاسکتا ہے۔کیونکہ اسلام نے علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض
کیا ہے۔موجودہ دور میں ٹکنیکل تعلیم وٹریننگ کی جو اہمیت ہے ان سے مسلم نوجوانوں کو رو
شناس کرانا بھی اہم سماجی بلکہ دینی فریضہ ہے اور اب جبکہ تقریباً ہر خاص وعام کے پاس
جدید موبائل اور واٹس اپ کی سہولت ہے، سوشل میڈیا کے ذریعے ان امور کی جانکاری
مؤثر طور پر دی جاسکتی ہے۔

۱۵۔سوشل میڈیا کے نشر کے لئے مواد مستند علما سے ہی بنوائے جائیں
اور اشاعت سے پہلے سبھی میٹیریل کو ایک سہ رکنی یا پانچ رکنی کمیٹی سے پاس کرایا جائے تا
کہ مواد ہر طرح سے صاف ستھرے اور قابل قبول ہوں۔

۱۶۔سر سید احمد خاںؒ کی دوصد سالہ یوم پیدائش کی تقریب کے موقع پر ۱۵
اکتوبر ۲۰۱۷ کو علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی کے زیر اہتمام ایک نہایت کارآمد ویب سائیٹس
لانچ کی گئی ہے۔جسکا پتہ www.aligconnect.com ہے۔مسلم نوجوان اس
سے بھی فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔۔۔۔۔باقی ص 56 پر

سوشل میڈیا کا مثبت استعمال ضروری

ڈاکٹر عبدالقادر شمس

(سینئر سب ایڈیٹر روزنامہ راشٹریہ سہارا، نئی دہلی)

ذرائع ابلاغ کی طاقت وتاثیر کا اعتراف ساری دنیا کو کرنا پڑا ہے کیونکہ دنیا کی بڑی طاقتوں نے محاذ جنگ پر جدید جنگی ہتھیاروں سے لیس فوجی جوانوں سے قبل وہاں قلم وقرطاس اٹھائے ان صحافیوں کو پیراشوٹ سے اتارنے کے عمل کو ضروری تصور کرکے یہ ثابت کردیا ہے کہ جنگیں اب ہتھیاروں سے نہیں لڑی جاتیں بلکہ ذرائع ابلاغ کا استعمال کرکے بڑی سے بڑی جنگیں جیتی جاتی ہیں۔ سیاسی طاقتیں جنگ جیتنے کے لیے ذرائع ابلاغ کا استعمال کرتی ہیں تو تجارتی گھرانے بھی اپنی مصنوعات کو سب سے بہتر ثابت کرنے کے لیے بھی ذرائع ابلاغ کو ضروری سمجھتے ہیں، اب ذرائع ابلاغ محض حکمرانوں کی ضرورت نہیں بلکہ اس نے تو انسانی سرگرمیوں کے ہر موڑ پر اپنی ضرورت باور کرادی ہے، یہی وجہ ہے کہ میڈیائی انقلاب نے ساری دنیا کو اپنی جانب متوجہ کرلیا ہے، ایسا کیوں نہ ہو کہ نت نئی اطلاعاتی ٹکنالوجی کے استعمال کی وجہ سے میڈیا نے دنیا کو ایک گاؤں میں تبدیل کردیا ہے بلکہ اب تو ساری دنیا مٹھی میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔

گلوبلائزیشن کے اس عہد میں ہر روز نئی تبدیلیوں کے ساتھ جلوہ گر ہونے والا میڈیا مختلف شکلوں میں ہمارے سامنے آرہا ہے اور اپنے ارتقائی مراحل طے کرتا ہوا پوری طاقت کے ساتھ آگے بڑھتا جارہا ہے۔ کبھی پرنٹ میڈیا ہی پر انحصار تھا لیکن الیکٹرانک میڈیا نے سب کی آنکھیں کھول دیں جب کہ ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم اور انٹرنیٹ کے سہارے طرح طرح کی اطلاعاتی شکلوں نے آنکھوں کو خیرہ کردیا ہے۔ روز بروز میڈیا کی بدلتی شکلیں حیران کن تو تھیں لیکن سوشل میڈیا نے جتنی برق رفتاری سے

صارفین کو متوجہ کیا ہے وہ ایسا انقلاب ہے جس کی رو میں ہر کس وناکس بہتا چلا جارہا ہے۔

سوشل میڈیا کا تعلق چونکہ انٹرنیٹ سے ہے اس لیے جس تیزی سے انٹرنیٹ کے صارفین میں اضافہ ہورہا ہے اسی تیز رفتاری سے شوشل میڈیا بھی اپنے پاؤں پھیلاتا جارہا ہے۔ ہندوستان میں نوے کی دہائی میں انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی تعداد چند لاکھ تھی لیکن نئی صدی کے آغاز تک یہ تعداد کروڑوں میں پہنچ گئی جب کی فی زمانہ انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی تعداد اربوں میں ہے۔ سماج میں نئی ٹکنالوجی کو قبول کرنے کی اس سے زیادہ تیز رفتاری کی مثال نہیں ملتی۔ ہندوستان میں انٹرنیٹ کے صارفین کی تعداد جس تیزی سے بڑھ رہی ہے اسی رفتار سے عالمی سطح کے تجارتی گھرانے بھی انٹرنیٹ کے ذریعے اپنی مصنوعات کے ساتھ لوگوں کو متوجہ کررہے ہیں، کیونکہ ہندوستان ایک بڑا بازار ہے۔

انٹرنیٹ کا سب سے زیادہ فائدہ شوشل میڈیا نے اٹھایا ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ بعض ماہرین کا ماننا ہے کہ ذرائع ابلاغ کی جملہ صورتوں کو شوشل میڈیا نے پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ہندوستان میں ہی اس کے صارفین کی تعداد 67 ملین سے زائد ہے۔ اس نے ہر جگہ اپنی رسائی ثابت کردی ہے اور اپنے مثبت ومنفی اثرات کا بھی لوہا منوالیا ہے۔ اسی لیے جس طرح روم کے دیومالائی کہانیوں میں امن وجنگ اور بدی واچھائی کا ایک ہی دیوتا ہے اسی طرح اگر جائزہ لیا جائے تو شوشل میڈیا کی بھی وہی حیثیت ہے، کیونکہ یہ بدی کو بھی پھیلاتا ہے اور اچھائی کی بھی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

یہ شوشل میڈیا کی گھر گھر رسائی وتاثیر ہی تھی کہ 2001 میں فلپائن کے صدر جوزف اسٹراڈا کو اپنے عہدے سے ہٹنا پڑا اور اسی شوشل میڈیا نے مصر میں اخوان المسلمون کو برسر اقتدار لانے میں اہم رول ادا کیا تھا۔ تیونس کا انقلاب یاسمین ہو یا عرب بہاریہ، ہر جگہ شوشل میڈیا کی حکمرانی نظر آتی ہے، اسی طرح ایران میں خواتین کے حقوق

کی تحریک ہو یا بنگلہ دیش، پاکستان سمیت ہندوستان کی مختلف تحریکات، سب میں شوشل میڈیا کی اہمیت محسوس کی جاتی رہی ہے، بلکہ حالیہ دنوں میں انا ہزارے اور اروند کجریوال کی کامیاب جدوجہد کے پیچھے بھی شوشل میڈیا کام کر رہا تھا۔شوشل میڈیا سماجی ریفارمر کا بھی کام کرتا ہے اور وہ بات جو الیکٹرانک یا پرنٹ میڈیا میں نہیں کہی جاسکتی اس کے لیے اس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔وہ خبریں جہاں تک ذرائع ابلاغ کی نظر نہیں جاتی ان کے لیے شوشل میڈیا ایک مضبوط پلیٹ فارم بن کر ابھرا ہے۔ردعمل، حوصلہ افزا اطلاعات، حصولیابیاں، سب کچھ کہتی تصویریں، حقیقت بیان کرتے کارٹون، سچ کا انکشاف کرتے ویڈیوز کے لیے شوشل میڈیا محض ایک کلک دور ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہاں کوئی سنسر شپ نہیں ہے، عام آدمی اپنے خیالات پوری آزادی کے ساتھ ایک دوسرے کو شیئر کرسکتا ہے، اپنا ردعمل ظاہر کرسکتا ہے یا کوئی مشورہ دے سکتا ہے۔

شوشل میڈیا ہر روز نئے نئے منطقے سر کرتا جارہا ہے اور اس میدان میں نئے نئے تجربات بھی تیز ہوگئے ہیں، فی زمانہ جن سماجی نیٹ ورکنگ ویب سائٹوں نے سماج میں کہرام مچار کھا ہے ان میں فیس بک، ٹوئیٹر، یوٹیوب، مائی اسپیس، پی انٹرنیٹ، فلیکر، لنکڈان، ساؤنڈ کلاؤڈ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اسی قسم کی دیگر ویب سائٹوں میں دستاویز، تصویریں، عکس، آڈیو، ویڈیو کی شکل میں معلومات پر تبادلہ خیال کرنے تشکیل دینے، تعاون کرنے، ساجھے داری اور اس میں ترمیم کرنے کی صلاحیت و سہولت فراہم ہے۔

شوشل میڈیا کے مثبت استعمال سے صحت مند سماج کی تشکیل ہوسکتی ہے، جو کام سرکاریں اور سماج مل کر اب تک نہ کرسکیں وہ سماجی نیٹ ورکنگ سائٹس کے ذریعے انجام دیے جاسکتے ہیں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ سماج میں مثبت و تعمیری سوچ والے لوگوں کی اکثریت نہ سہی کثرت ضرور ہو کیونکہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مثبت پیش رفت کے مقابلے منفی مہم کی رفتار کئی گنا زیادہ ہوتی ہے، چنانچہ جب تک مثبت فکر کے لوگوں کی

کثرت نہیں رہے گی صلاح وفلاح کی باتیں ہم عام نہیں کرسکتے۔قابل غور بات یہ ہے کہ اطلاعاتی ٹکنالوجی کے سیلاب میں ہم مثبت سوچ کے ساتھ تعمیری مہمات کو تیز گام کرسکتے ہیں۔پندونصائح، اعلیٰ اخلاق، بلند و معیاری نظریات اور عقل وخرد کے شہ پاروں کو بھی ہم سوشل میڈیا کے ذریعے عام کرسکتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ترقیاتی خاکے، بہتر منصوبے، مفید تجاویز اور کارآمد مشوروں سے بھی اس ملک کو بہتر راہ پر گامزن کیا جاسکتا ہے۔حکومت کی اسکیموں، محکمہ جاتی پروگراموں، حکومتوں کے اشتراک سے کام کرنے والی تنظیموں کی سرگرمیوں اور ملک کی حصولیابیوں سے متعلق اطلاعات، ردعمل اور کارکردگی پر مبنی مضامین، تصویریں اور ویڈیوز شوشل میڈیا پر شیئر کیے جاسکتے ہیں۔یہ خوش آئند بات ہے کہ موجودہ وزیر اعظم نریندر مودی خود شوشل میڈیا میں مصروف رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ملک کی مختلف وزارتیں، محکمے اور ہر ذمہ دار شہری ملکی مفادات میں شوشل میڈیا کا استعمال کریں اور عوام کو بتائیں کہ ملک کی حصولیابیاں کیا ہیں اور کن محاذوں پر بہتر امکانات کی تلاش جاری ہے۔شوشل میڈیا کا استعمال طلبہ کو اعلیٰ تعلیم کے لیے کونسلنگ اور اہل نوجوانوں کی ملازمت کے لیے رہنمائی نیز سرکاری وغیر سرکاری ملازمتوں کے اشتہارات کو شیئر کرکے بھی کیا جاسکتا ہے۔

تجربے اور تجزیے سے پتہ چل رہا ہے کہ شوشل میڈیا کا استعمال جس قدر مثبت امور کے لیے ہوا ہے اس سے کئی گنا زیادہ منفی مواد کے لیے اس کا استحصال ہوتا رہا ہے۔ جب سے ہندوستان میں شوشل میڈیا کے اثرات بڑے شہروں سے نکل کر چھوٹے شہروں اور قصبات تک پھیل گئے ہیں تو اس کے ذریعے مخرب اخلاق باتوں نے نوخیز بچوں کے معصوم ذہنوں کو بھی نہیں چھوڑا ہے، دریں اثنا شوشل میڈیا کبھی کبھی فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور سماجی راہ ورسم کا بھی خون کرتا رہا ہے۔حالیہ دنوں میں مظفر نگر فساد ہو یا آسام کے کوکڑا جھاڑ میں تشدد، ان کے پیچھے سوشل میڈیا کا کلیدی رول تھا۔اسی طرح دہلی کے ترلوک

پوری علاقے میں بھی کچھ دنوں پہلے جو فرقہ وارانہ کشیدگی پھیلی تھی اس کے پیچھے بھی شوشل میڈیا کے ذریعے اشتعال انگیز مواد کی ترسیل تھی۔آسام کے کوکڑا جھاڑ کا فساد تو نہایت خطرناک شکل لے چکا تھا جب سوشل میڈیا کے صفحات جھوٹی خبروں، بے سرپیر کے افواہوں اور مذہبی لائن کے اشاروں وکنایوں نے صورتحال کو اس قدر دھماکہ خیز بنا دیا تھا کہ آسام کے جولوگ کرناٹک، تمل ناڈو، مہاراشٹر کے بڑے شہروں میں بکار ملازمت قیام پذیر تھے انہوں نے اچانک ریلوے اسٹیشن کا رخ کرلیا تھا، ریلوے اسٹیشنوں میں اتنی بھیڑ ہوگئی تھی کہ محکمہ ریلوے کو خصوصی ٹرینیوں کا بندوبست کرنا پڑا تھا۔

سوشل سائٹس پر قابل اعتراض مواد کے پوسٹ پر کارروائی کے لیے حکومت، سائبر کرائم پر کنٹرول کرنے والی ایجنسیاں اور سماجی اصلاحات کے خواہاں افراد وشخصیتوں کو کسی ایسے میکانزم کی تجویز ارباب اقتدار اور حکام کو سجھانا چاہیے تا کہ سوشل میڈیا کی نگرانی کی جاسکے۔

انٹرنیٹ پر یوں تو پورن ویب سائٹس کا سیلاب ہے لیکن کچھ ایسے ویب سائٹس بھی ہیں جن میں کوئی بھی شخص فحش مواد شیئر کرسکتا ہے، افسوس کی بات ہے کہ سوشل میڈیا کے تحت آنے والی ان ویب سائٹوں کو بھی ہم پاک وصاف نہیں کہہ سکتے جن سے مثبت امکانات کی توقع کی جاتی ہے۔فحش ویب سائٹوں کو لے کر بے چینی اور ناراضگی عام ہے لیکن اس کے سدباب کے لیے کوئی ٹھوس عملی جدوجہد کسی جانب سے بھی نظر نہیں آرہی ہے، تاہم کچھ لوگوں نے عدالت کا دروازہ ضرور کھٹکھٹایا ہے۔

یہ خوش آئند بات ہے کہ انٹرنیٹ پر فحش ویب سائٹوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ پر تشویش ظاہر کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے دو برس قبل مرکزی حکومت کو ایک نوٹس جاری کیا تھا اور جواب طلب کیا تھا کہ حکومت بتائے کہ وہ اس سلسلے میں کیا اقدام کررہی ہے۔سپریم کورٹ کی بے چینی بلاوجہ نہیں تھی کیونکہ اس ملک میں مغربی تہذیب

کے طوفان نے مشرقی قدروں کی تمام خش وخاشاک کو کب بہا دیا کسی کو پتہ بھی نہیں چلا، مغرب سے آئی ہوئی جملہ بے حیائیاں یا تو ٹی وی چینلوں کے ذریعے آئیں یا پھر انٹرنیٹ نے یہاں فحشیات کی گنگا بہادی۔فی زمانہ حالت یہ ہے کہ انٹرنیٹ وقت کی ناگزیر ضرورت بن گئی ہے لیکن اسی ناگزیر ضرورت کے دروبست میں اخلاق باختگی کا سامان بھی فراہم کیا جارہا ہے جو نہ صرف جوان نسل کو برائیوں کی دلدل میں ڈھکیل رہا ہے بلکہ طلبہ وطالبات اور کمسن بچے بھی جنسی ہیجان کے طوفان سے نہیں بچ پا رہے، جس کے منطقی نتائج بے راہ روی، زنا بالرضا اور عصمت دری کے واقعات کی شکل میں سامنے آرہے ہیں۔

ایک رپورٹ کے مطابق والدین کی غیر موجودگی میں بڑی تعداد میں بچے جنسی ہیجان طاری کرنے والے ویب سائٹس کی جانب متوجہ ہوجاتے ہیں اور ایک تعداد ایسے بچوں کی بھی ہے جو یا تو جنسی بے راہ روی کے شکار ہوجاتے ہیں یا پھر جرائم کی دنیا میں قدم رکھ دیتے ہیں۔ان سائٹس پر فراہم کیے جارہے فحش مواد سے بچوں کے نرم ونازک دل و دماغ پر برا اثر ہوتا ہے۔ویب سائٹوں پر پورن یا فحش مواد اب اتنا عام ہو چکا ہے کہ ایک سروے کے مطابق زیادہ تر بچے 11 سال کی عمر تک اس سے کسی نہ کسی صورت میں متعارف ہوچکے ہوتے ہیں۔انٹرنیٹ پر ہونے والی تلاش میں سے 25 فیصد مواد جنس زدہ ہوتی ہیں اور ہر سیکنڈ کم سے کم 30 ہزار لوگ اس طرح کی سائٹ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ایسے میں چاہے بچے ہوں یا جوان، انہیں اس خطرناک اور تباہ کن برائی سے کس طرح روکا جائے، یہ ایسا سوال ہے جس پر حکومت، تعلیمی اداروں کے سربراہوں اور سماج کے ذمہ داروں کو پوری سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔حکومت کو چاہیے کہ وہ سائبر ایکسپرٹ کی کمیٹی کی سفارشات اور ماہرین سماجیات کے مشوروں پر عمل کرتے ہوئے سنسر شپ کی لزومیت پر غور کرے۔ہم امید کرتے ہیں کہ میڈیا ہو یا سوشل میڈیا اس کے مثبت استعمال کو یقینی بنانے کے لیے ہر سطح پر کوششیں تیز ہوں گی، اس کے لیے نہ صرف حکومت، سائبر ایجنسیاں بلکہ عوام وخواص کو بھی اپنی سی کوششیں کرنی ہوں گی۔

سوشل میڈیا کا استعمال: کتنا مفید۔ کتنا مضر؟

محمد نفیس خاں ندوی

(رفیق دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی)

ہم جس دور میں جی رہے ہیں وہ میڈیا اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کا دور ہے، جسے کمیونیکیشن ایج (Communication Age) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، میڈیا نے پرنٹ والکٹرانک وسائل کے ذریعہ نیز سیٹ لائٹ وانٹرنیٹ کے ذریعہ ایسا جال بچھا دیا ہے کہ پوری دنیا گھر کی گیلری میں سمٹ آئی ہے، اس جدید دنیا کو ''گلوبل ویلج'' (Global Village) کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

ابھی تک ہم پرنٹ میڈیا اور الکٹرانک میڈیا سے واقف تھے لیکن ادھر چند سالوں میں میڈیا کی دنیا میں ایک زبردست انقلاب رونما ہوا ہے جس کی بدولت گھر کی گیلری میں سمٹی ہوئی دنیا مزید سکڑتی ہوئی ہمارے موبائل سیٹ میں سما گئی، اس انقلاب عظیم کو ہم ''سوشل میڈیا'' (Social Media) کا نام دیتے ہیں۔ آج سوشل میڈیا کی مقبولیت پرنٹ اور الکٹرانک میڈیا سے کہیں زیادہ ہے، اس کے ذریعہ نہ صرف رابطہ عامہ میں سہولیات پیدا ہوئیں بلکہ علوم وفنون اور تعلیم وتفریح کے وافر سامان بھی مہیا ہوئے ہیں، اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور افادیت کو دیکھتے ہوئے اسے وقت کی بنیادی ضرورت کہا جاسکتا ہے۔

سوشل میڈیا سے مراد انٹرنیٹ بلاگز، سماجی رابطہ کی ویب سائٹس، موبائل ایس ایم ایس وغیرہ ہیں، تعلیم یافتہ معاشرہ کا تقریباً اسی فیصد طبقہ کسی نہ کسی ناحیہ سے سوشل میڈیا سے وابستہ ہے، اور عمومی طور پر فیس بک، واٹس ایپ، ٹویٹر، مائی اسپیس، گوگل پلس وغیرہ کو استعمال کرتا ہے، اگر صرف فیس بک پر موجود لوگوں کو ایک ملک کی آبادی کے مطابق جانچا جائے تو یہ دنیا کا تیسرا سب سے بڑا ملک ہے، اس اعتبار سے سوشل میڈیا تجارتی، ذاتی

و تنظیمی رائے ہمواری کا سب سے بہترین ذریعہ ہے۔

لیکن جہاں ایک طرف اس کی مقبولیت بڑھ رہی ہے وہیں دوسری طرف اس کے صحیح استعمال کے طریقوں سے ناواقفیت بھی عام ہے، عام طور پر لوگ سماجی رابطہ کی کسی بھی سائٹ پر اکاؤنٹ کھولنا اور اس پر ہر طرح کی رطب ویابس شیئر کرنے کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں، اور المیہ تو یہ ہے کہ ایک پڑھا لکھا طبقہ بھی اسی واہمہ میں گرفتار ہے جس کا نتیجہ ہے کہ اس کی ساری تگ ودو فیس بک سے شروع ہوکر فیس بک پر ہی ختم ہوجاتی ہے۔

فیس بک کا استعمال عمومی رابطہ، رائے عامہ کے تبادلہ اور مختلف ملکوں اور علاقوں کے حالات سے آگہی کی حد تک بہت مفید ہے، لیکن ایسی سرگرمی میں جڑنے سے پہلے خبروں کے معیار اور ان کے پروٹوکول کو سمجھنا و پرکھنا نہایت ضروری ہے، محض جذباتیت بسا اوقات بڑی پریشانیوں کا باعث بن جاتی ہے، اس کی ایک مشہور مثال مہاراشٹر میں شیوسینا سربراہ بال ٹھاکرے کی موت پر ایک کمنٹ اور اس پر ایک لائک ہے جسے اصحاب اقتدار نے نامناسب سمجھا اور صرف دو گھنٹے کے اندر کمنٹ اور لائق کرنے والے پولیس کی گرفت میں تھے۔ اس لیے سوشل میڈیا پر متحرک ہونے سے پہلے یہ بات ذہن میں ضرور رکھنی چاہیے کہ آپ اپنی باتوں، تصویروں، اور ویڈیو وغیرہ جو کچھ بھی شیئر کر رہے ہیں اس کے آپ خود جواب دہ ہیں، دنیا کے قانون میں بھی اور آخرت کے قانون میں بھی۔

یہ سوشل میڈیا کا ایک ظاہری اور مثبت پہلو ہے، ان پہلوؤں کو دیکھتے ہوئے ہی کہا جاتا ہے سوشل میڈیا انسانی زندگی کا ایک اہم حصہ ہے، اسی لیے آج معاشرہ کا ہر طبقہ اسے قبول کرنے پر مجبور ہے، بلکہ اس کی مخالفت کو دقیانوسی یا شدت پسندی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن اگر سکہ کا دوسرا رخ دیکھا جائے تو انسانی رشتوں کو کمزور کرنے، اخلاقی قدروں کی پامال، انسانی صلاحیتوں کو مفلوج اور سب سے بڑھ کر نوجوان نسل کو گمراہ کرنے میں سوشل میڈیا کا بنیادی کردار ہے، اور معاشرہ کا ہر طبقہ اس کے منفی اثرات کی گرفت میں ہے، حتی کہ وہ مدارس اسلامیہ جہاں سب سے زیادہ لایعنی باتوں سے دور

رہنے کی تعلیم دیجاتی ہے وہاں بھی اساتذہ وطلباء کا ایک بڑا طبقہ سوشل میڈیا کے ذریعہ اپنی
صلاحیتوں کا ضائع کررہا ہے، کیونکہ وہ ان کے استعمال کے صحیح طریقہ سے ناواقف ہے۔

آپ اسپتالوں میں چلے جائیں، تفریح گاہوں کے بنچوں یا سبزہ زاروں میں
بیٹھے خاندان کو دیکھ لیں، راہداروں، ادھر ادھر آتے جاتے لوگوں کا مشاہدہ کرلیں، آپ کو
زیادہ تر نوجوان موبائل فون تھامے اس میں غرق نظر آئیں گے، حتی کہ اب لائبریوں اور
درسگاہوں میں بھی طلباء کی عمومی دلچسپیاں سوشل میڈیا سے جڑی ہوئی نظر آتی ہیں، اس پر
طرفہ یہ کہ والدین واساتذہ کبھی ان نوجوانوں کی سرگرمیوں کا جائزہ نہیں لیتے، اور نہ ان کی
سوشل سرگرمیوں کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ خود سوشل
میڈیا کے دام فریب میں گرفتار ہیں اور اس کا جادو ان کے سر چڑھ چکا ہے۔

آج باطل طاقتیں سوشل میڈیا کو ایک مؤثر ہتھیار کے طور پر استعمال کررہی ہیں،
اب جنگیں کسی میدان میں نہیں بلکہ میڈیا کے نیٹ ورک پر لڑی جارہی ہیں، سوشل میڈیا
نے انسانی ذہنوں کو پوری طرح سے ہائی جیک کرلیا ہے اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ کو پوری
طرح اپنی گرفت میں لے رکھا ہے، ہم کیا کھائیں کیا نہ کھائیں، کیا دیکھیں کیا نہ دیکھیں،
کس سے محبت کریں اور کس سے نفرت کریں، کیا پڑھیں اور کیا نہ پڑھیں، حتی کہ انقلابات
کو ہوا دینے اور حکومتوں کی ہوا اکھاڑنے میں بھی سوشل میڈیا کا کردار نہایت اہم ہے۔

سوشل میڈیا میں غرق نئی نسل کے لیے محض یہی ایک خطرہ نہیں ہے کہ وہ کسی تشدد
پسند تنظیم کے ہتھے چڑھ جائے، اور ایسی کارروائیوں میں ملوث ہوجائے جس کے تمام راستے
تباہی کی طرف جاتے ہوں، بلکہ ایک مسلمان کے لیے یہ بھی خطرہ ہے کہ دین کے حوالہ سے
اسے بالکل بے دین کردیا جائے اور اسے احساس بھی نہ ہو۔ جذباتی نوجوان کے ذہنوں میں
یہ تشدد بھر دیا جائے کہ وہ خود فیصلہ کرنے لگیں کہ کون مسلمان ہے اور کون کافر ہے، اور اپنی
عدالتیں لگاکر سزا دینے کے عمل میں ملوث ہوجائیں۔ ابھی تک معاملہ صرف بے حیائی اور
بے راہ روی تک تھا لیکن اب خطرات بہت آگے نکل چکے ہیں، اب نوجوانوں کو پالاننگ کے

تحت ٹارگیٹ کیاجاتا ہے، تاکہ ان کے اندر ایک پرتشدد انسان کی پرورش کراکے اسے
معاشرہ کے لیے خطرہ بنادیا جائے، اور پھر اپنے مفادات حاصل کیے جائیں۔

حقیقی بات یہی ہے کہ سوشل میڈیا جس قدر مفید ہے اس کے نقصانات بھی اسی
قدر وسیع وگہرے ہیں، اس کے ذریعہ جہاں دعوت وتبلیغ اور اشاعت اسلام کی نئی نئی راہیں
کھلتی ہیں وہیں تھوڑی سی کوتاہی یا عدم واقفیت کی وجہ سے بڑے مسائل بھی پیدا ہوتا
ہیں، اس لیے سوشل میڈیا سے وابستہ افراد کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ضروری ضابطوں
کو بخوبی سمجھ لیں، ایسے لوگوں سے خبردار رہیں جو سوشل میڈیا پر فساد، بدامنی، لڑائی
جھگڑے، بے حیائی یا غلط خبریں پھیلاتے ہیں، اور کوئی بھی بات بغیر تحقیق کے شیئر نہ کریں،
ہمیشہ سماجی ویب سائٹ پر سچی اور حق وصداقت پر مبنی باتیں ہی شیئر کریں، اور سب سے
بنیادی اور ضروری بات یہ ہے کہ سوشل میڈیا میں ضرورت سے زیادہ انہماک جسم واعضاء
کے ساتھ ذہنی صلاحیتوں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے اور انسانی رشتوں کو بھی پامال کرتا ہے۔

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی زندگی
احساس مروت کچل دیتے ہیں آلات

□□□□

بقیہ: دینی فائدہ کے لئے سوشل میڈیا۔۔۔۔ سوشل میڈیا کا استعمال
اسقدر تیزی سے پھیل رہا ہے کہ دنیا کی تقریبا ڈھائی بیلین آبادی اس سے مستفید ہورہی
ہے۔ گوگل، یاہو، ہاٹ میل وغیرہ کے علاوہ ٹیوٹر، فیس بک اور اسطرح کی دیگر کئی ویب سا
ئٹس روز بہ روز وجود میں آرہی ہیں۔ سوشل میڈیا کا استعمال اور اسکی افادیت دن دوگنی اور
رات چوگنی ترقی کررہا ہے۔ اسکے مثبت اور منفی استعمال کی ذمہ داری ہر فرد، سماج بلکہ
حکومت پر بھی ہے۔ جس طرح دین کے ہر کام کے لئے نیک نیتی ضروری ہے اسی طرح
سوشل میڈیا کا استعمال اگر صدق دل سے اور بلاکسی خاص فرد یا گروہ یا فرقے کے فروغ
کی ضرورت سے ہوتو انشاءاللہ ضرور برکت ہوگی۔ □□□□

سوشل میڈیا کے عمومی اثرات

ڈاکٹر محمد ارشد القادری
(اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ)

ارسطو نے اپنی معروف کتاب 'سیاست' میں انسان کو ایک 'سماجی جانور (Social Animal) سے تعبیر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جو بغیر سماج کے زندگی گذارتے ہیں وہ یا تو وحشی ہوتے ہیں یا پھر خدا۔ ارسطو کے قول سے اس بات کی تایید ہوتی ہے کہ انسان کا اپنی بقا، تحفظ اور تشخص کے لئے سماج میں رہنا ناگزیر ہے۔ بقول پروفیسر پارک 'ایک شخص بطور انسان جنم نہیں لیتا بلکہ اس کی نشو ونما اسے انسان بناتی ہے' جو بغیر سماج کے ممکن نہیں۔ انسان کے لئے تنہا زندگی کا تصوّر ایک مشکل ترین امر ہے۔ لٰہذا ربط و ارتباط انسانی زندگی کے بنیادی تقاضوں میں سے ایک ہے۔ ان بنیادی تقاضوں کی تکمیل کے لئے اسے ذرائع ابلاغ کی ضرورت پڑتی ہے۔ ٹیلی فون، موبائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ وغیرہ نے ذرائع ابلاغ کی ترسیل کے میدان میں جو انقلابات برپا کئے ہیں اس کی حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ موبائل اور انٹرنیٹ کی تکثیر نے سوشل میڈیا کو گھر گھر پہنچا دیا ہے۔ آج سوشل میڈیا کے بغیر انسانی زندگی متصور ہی نہیں ہو سکتی!

سوشل میڈیا عمومی طور پر اکیسویں صدی کی پیداوار ہے گرچہ بھلے ہی اس کا آغاز ۱۹۹۷ عیسوی میں پہلی بار Six Degrees نامی وب سائٹ کے ذریعہ پروفائل اپلوڈ اور دوست بنانے کے لئے ہو چکا تھا۔ اسی ضمن میں ۱۹۹۹ عیسوی میں پہلی بلاگنگ سائٹ (Blogging Site) منظر عام پر آئی جس نے سوشل میڈیا کے میدان میں تہلکہ مچا دیا۔ اور اکیسویں صدی کے آنے تک انسان پوری طرح سے اپنے آپ کو سوشل میڈیا کے سپرد کر چکا تھا۔ آج وکی پیڈیا، آرکوٹ، یوٹیوب، فیس بک، ٹویٹر، وہاٹس اپ،

اسنیپ چیٹ اور انسٹا گرام و دیگر بے شمار سوشل میڈیا نے انسانی حواس پر اس قدر غلبہ پا لیا ہے کہ اس کے بغیر انسانی زندگی روکھی، پھیکی اور بے جان معلوم پڑتی ہے۔ خواہ وہ آج کی نوجوان نسل ہو یا متوسط درجے اور ادھیڑ عمر کے لوگ، ہر کوئی اس کا دلدادہ اور اس کی خوبیوں پر والہ و شیدا نظر آتا ہے۔

سوشل میڈیا کا سب سے بڑا فایدہ یہ ہے کہ اس نے باہمی ربط و ارتباط کو نہایت ہی آسان کر دیا ہے۔ آج سوشل میڈیا کے ذریعہ ہم اپنے دوستوں، قرابت داروں، ہمکاروں وغیرہ کے ساتھ نہ صرف اطلاعات شیئر کر سکتے ہیں بلکہ مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیال بھی کر سکتے ہیں۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بھولے بسرے دوستوں کی بازیافت میں سوشل میڈیا بہت ہی معاون ہے۔ اس کے ذریعے ہم ایسے اشخاص کی بازیافت کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جو ہمارے لئے قصۂ پارینہ ہو چکے تھے۔ علاوہ ازیں اس کے ذریعہ ہمارے تعلقات ایسے اشخاص سے بھی استوار ہوتے ہیں جن سے پہلے کبھی ہماری آشنائی بھی نہ تھی۔ اس میڈیا کی ایک خوبصورتی یہ ہے کہ اس کے ذریعے استوار دوستی بعض اوقات شادی پر مکمل ہوتی ہے!

سوشل میڈیا مقامی اور علاقائی خبروں کے ابلاغ کا بہت ہی مؤثر ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعہ ہماری رسائی ایسی خبروں تک ہوتی ہے جو ہمیں قومی اخبارات یا میڈیا میں نہیں ملتیں۔ آج ملک کے مختلف شعبوں میں ہو رہی بدعنوانیوں کو دور کرنے میں سوشل میڈیا کی حقیقت ہم سب پر واضح ہو چکی ہے۔ بہار میں آئے تباہ کن سیلاب سے متاثر لوگوں کی آپ بیتی اور مرکزی اور صوبائی حکومتوں کی ناکامی کو اجاگر کرنے میں سوشل میڈیا نے جو رول ادا کیا ہے اس سے تو ایسا لگنے لگا ہے کہ موجودہ میڈیا جس میں اکثریت حکومت وقت کی دلالی میں مصروف ہے اس سے جمہوریت کے پانچویں ستون کا خطاب چھین کر سوشل میڈیا کو دے دیا جائے۔ علاوہ ازیں برما میں روہنگیا مسلمانوں کے

خلاف ہو رہے مظالم کو بین الاقوامی سطح پر عام کرنے میں سوشل میڈیا نے جو رول ادا کیا ہے وہ واقعی قابل ستائش ہے۔

اسلامی معلومات اور عقاید کی درستگی کے لئے سوشل میڈیا ایک بھترین آلہ ہے۔ یہ ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جہاں دین وایمان سے متعلق ایسی مفید، دلچسپ اور کار آمد باتیں شیئر ہوتی رہتی ہیں جن سے ہماری حرارت ایمانی کو جلا ملتی ہے۔

مزید برآں کہ سوشل میڈیا کے استعمال نے آج تعلیم وتعلّم کے امکانات کو روشن تر کر دیا ہے۔ وہ زمانہ رخصت ہو چکا جب متخصصین و ماہرین بھی گونا گوں اوصاف کے باوجود خاطرخواہ روزگار حاصل کرنے سے محروم رہتے تھے۔ اب ایسے گونا گون اوصاف و جامع کمالات کے مالک کو سوشل میڈیا وہ موقعہ فراہم کرتی ہے جس کے ذریعے وہ نہ صرف اپنے ہنر کی نمائش کر سکتے ہیں بلکہ ایک خطیر رقم کی حصولیابی کے بھی اہل ہوتے ہیں۔

سوشل میڈیا کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس کے ذریعہ بہت ہی کم وقتوں میں خوب استعانت وتعاون حاصل کیا جا سکتا ہے۔ چاہے کسی کی مدد کرنی ہو یا کسی موضوع کی طرف حکومت کی توجہ مرکوز کرنی ہو، سوشل میڈیا اس کے لئے نہایت ہی مؤثر آلہ ہے۔ ہم میں سے کسی کو اضطراری طور پر ایک خاص گروپ کے خون کی ضرورت ہے، فوراً ہم نے مطلوبہ بلڈ گروپ کسی بھی سوشل میڈیا پر شیئر کر دیا پھر کیا ہے چشم زدن میں رضا کاروں کی قطار لگ جاتی ہے۔ کسی مہم کو دوسروں تک پہنچانا ہے، سوشل میڈیا پر پوسٹ کر دیا دیکھتے دیکھتے وہ پوسٹ ہزاروں لاکھوں لوگوں تک پہنچ گیا! یہ ہے سوشل میڈیا کی طاقت اور اس کی خوبیاں!

سوشل میڈیا ایک باخبر اور ذمہ دار شہری بننے میں ہماری مدد کرتا ہے۔ اطراف و اکناف عالم میں آج کل کیا واقعات رونما ہو رہے ہیں اور کسی خاص موضوع پر حکومت کا کیا موقف رہا ہے، غرض ایسے بے شمار مطالب جس کے ابلاغ سے ہماری متعصب میڈیا بھی قاصر رہتی ہے ایسی خبروں تک ہماری رسائی صرف اور صرف سوشل میڈیا کے ذریعہ

ہی ممکن ہے۔

سوشل میڈیا کے بے شمار فوائد اور خوبیاں ہیں جس کے جزئیات میں جانا بحر کو کوزے میں سمونے کے مترادف ہے۔ اس کے باوجود ہمیں سکّے کے دوسرے پہلو پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کسی بھی اچھی چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں: مثبت اور منفی۔ یہ ہمارے اوپر منحصر کرتا ہے کہ ہم اس کے مثبت پہلو سے فایدہ اٹھائیں یا اس کے منفی پہلو سے خود کو تباہ کریں۔ سوشل میڈیا کے بھی بعض ایسے منفی پہلو ہیں کہ اگر ان پر توجہ نہ کی گئی تو اس کے خطرناک اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

سوشل میڈیا کے بڑے نقصانات میں ایک یہ بھی ہے کہ یہ تضییع اوقات کا سامان اور ہماری نوجوان نسل کو گمراہ کرنے کا آلہ ہے۔ اس کے بیجا استعمال سے ہمارے کئی گھنٹے یوں ہی صرف ہو جاتے ہیں اور ہمیں اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ یہ ایک بادسموم کی طرح پھیل کر ہماری تخلیقی صلاحیتوں کو معدوم کر رہا ہے۔ وہ قیمتی اوقات جن کا استعمال تعمیری کاموں کے لئے ہو سکتا تھا وہ واٹس اپ، فیس بوک، یوٹیوب ٹوئیٹر اور انسٹاگرام وغیرہ کی نظر ہو جاتا ہے!

اس کا نشہ ہمارے بچّوں اور ہماری نوجوان نسلوں پر اس قدر سر چڑھ کر بول رہا ہے کہ انہوں نے اپنی تعلیم اور اپنے کیریئر کی فکر وغیرہ کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے۔ جس انہماک کے ساتھ یہ نوجوانان اپنے موبائل اور کمپیوٹر پر انٹرنیٹ سرفنگ میں مصروف رہتے ہیں کاش انہوں نے یہ وقت اپنے مطالعے میں صرف کیا ہوتا تو صورت حال کچھ اور ہی ہوتی!

سوشل میڈیا نے رشتے اور اقدار کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ آج اگر ہم اپنے اقدار سے دور اور اخلاقی تنزلی کا شکار ہو رہے ہیں تو اس کے لئے سوشل میڈیا بھی کسی حد تک ذمہ دار ہے۔ ہمارے بزرگ جن کے پاس تجربات و مشاہدات کا بیش بہا گنجینہ ہیں اور ہم ان تجربات سے خاطر خواہ فایدہ اٹھا سکتے تھے بشرطیکہ ہم نے اپنا قلیل وقت بھی ان

کی مجالست میں لگایا ہوتا۔لیکن افسوس صد افسوس ان کی مجلس میں بیٹھنا تو دور ہم نے ان کا احترام کرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔

سوشل میڈیا پر افواہ بھی سرعت رفتار سے پھیلتی ہے۔خواہ کیسی ہی پوسٹ ہو ہمارا خواندہ اور ناخواندہ دونوں طبقہ بغیر کسی تحقیق کے اس کو شیئر کرنے اور دوسروں تک پہنچانے میں مصروف رہتا ہے۔بعض اوقات ایسی افواہیں خطرناک شکل اختیار کر لیتی ہیں اور دو قوم، گروہ، فرقہ یا جماعت کے درمیان کشیدگی کا باعث ہوتے ہیں۔اب تک نا جانے کتنے ہی اموات ایسے غیر منطقی پوسٹ اور شیئرز کی وجہ کر ہو چکے ہیں۔

اس کے علاوہ سوشل میڈیا پر ہیکنگ، گھپلہ اور گھوٹالے کے واقعات بھی رونما ہوتے رہتے ہیں جس سے اکثر اوقات سیکوریٹی کا خطرہ بنا رہتا ہے اور غلط بیانی کی وجہ کر ایک شخص کی عزت اور ناموس وغیرہ بھی داؤں پر لگی رہتی ہے۔آئے دن ہم ایسے پوسٹ دیکھتے ہیں جس میں کسی ایک کمپنی یا شخص کو بدنام کرنے کی سازشیں ہوتی رہتی ہیں۔یہاں ہماری ذمہ داری اور بھی اہم ہو جاتی ہے۔ہمیں چاہئے کہ ان پوسٹ کو بغیر تلاش وتفحص کے شیئر نہ کریں اور ان سازشوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کر ملک کی تعمیر میں ایک اہم رول ادا کریں۔

الغرض جہاں ایک طرف ٹکنولوجی اپنے ساتھ اچھائیاں لیکر آتی ہے تو دوسری طرف اس کے اندر ان گنت خرابیاں اور نقصانات بھی مضمر ہیں۔اس کا غلط استعمال انسانی تباہی کا موجب ہوتی ہے۔اگر انسان کی جودت طبع نے ایک طرف ہوائی جہاز بنا کر وسائل سفر کو آسان کیا تو وہیں دوسری طرف انسان کی ماجراجوئی نے اس سے ایٹم بم جیسے مہلک ہتھیار بنوائے جو سکنڈوں میں پوری انسانیت کا خاتمہ کر سکتی ہے۔اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ دیگر ٹکنولوجی کی طرح سوشل میڈیا کا استعمال بھی دانشمندی سے کرنا چاہئے۔

□□□□

دینی وتعلیمی ادارے اور سوشل میڈیا

مولانا اصطفاء الحسن کاندھلوی ندوی
(استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

عصرِ حاضر کی ایجادات میں ایک اہم ایجاد انٹرنٹ ہے، جس نے عالمی معاشرہ میں ایک انقلاب برپا کر رکھا ہے، اور زندگی کو نئی بلندیوں سے روشناس کرایا ہے۔ سیاست، تجارت اور اقتصاد میں اہم ترین کردار نبھانے کے ساتھ عوامی رابطہ کو ترقی دینے میں اس نے ماضی کی ہر ایجاد ہی نہیں ہر تصور کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

لیکن افسوس کی بات ہے کہ ان ایجادات کے اور خاص طور پر انٹرنیٹ میں سوشل میڈیا کے شعبہ کا منفی استعمال زیادہ ہو رہا ہے، جس سے انسانی معاشرہ کو سخت نقصان پہونچ رہا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اہلِ حق علماء ومرشدین نے اس کی طرف خاطر خواہ توجہ ظاہر نہیں کی ہے اور جتنی ظاہر کی ہے اس میں بھی کافی تاخیر ہوئی ہے، اور ہنوز اس وسیلۂ نشر واشاعت وعالمی رابطہ بندی سے اس قدر فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا ہے جس قدر حق مخالف یا نادان طبقہ اٹھا رہا ہے۔

سوشل میڈیا نے جہاں ایک طرف آج کی سیاست کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور باطل کے مفاد میں کام کر رہے میڈیا کی پولیں کھولی ہیں، وہیں دوسری طرف اسلام کی بنیادیں کھوکھلا کرنے میں بھی پورا رول ادا کیا ہے۔گذشتہ چند سالوں میں اسلام کے خلاف شکوک وشبہات ابھارنے میں ذرائع ابلاغ کی جملہ اقسام سے زیادہ رول ادا کیا ہے۔ راقمِ سطور نے خود فیس بک پر ایسے گروپ دیکھے ہیں اور ان میں خود کو شامل رکھ کر ان کی کارگذاریوں کا مشاہدہ کیا ہے، اور ایک عالَم کو ان کی خرافات وہرزہ سرائیوں سے متاثر پایا ہے، اور جب مداخلت کی کوشش کی تو اس کو بلاک کر دیا گیا۔

گرچہ حال میں اس سلسلہ میں کچھ پیش رفت ہوئی ہے اور ہندو پاک کے بعض

علماء نے سوشل میڈیا کے ذریعہ اپنی بات پہونچانے کے لئے سوشل میڈیا پر اپنے اکاؤنٹ کھولے ہیں، لیکن جن طریقوں سے اور جس پیمانہ پر ان وسائل سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے' اتنا نہیں اٹھایا جارہا ہے۔ خاص طور پر ہمارے تعلیمی ادارے اس سلسلہ میں بہت پیچھے ہیں، جب کہ اگروہ بھرپور طریقہ سے اس تکنیک سے استفادہ شروع کردیں تو اصلاح وارشاد، وعظ ونصیحت، دعوت وتبلیغ بلکہ تعلیم وتدریس میں نئی انقلابی روح پھونک سکتے ہیں، اور کیا عجب کہ اس کے نتیجہ میں وہ ظلمت کدۂ عالم کو بقعۂ نور میں تبدیل کردیں اور دم توڑتی انسانیت کو نئی زندگی عطا کردیں۔

تعلیم وتدریس:

موجودہ دور میں ہمارے بڑے تعلیمی ادارے جو آفاقی شہرت کے حامل ہیں اور جن کو امت کے بڑے طبقہ کا اعتماد حاصل ہے، جن میں دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء اور ملک کے دیگر حصوں میں پھیلی ہوئی ان کی بڑی شاخیں شامل ہیں، طلبہ کی تعداد کے مسئلہ کو لے کر فکرمندی کا شکار ہیں، جو کہ ہر سال بڑھتی ہی جارہی ہے اور طلبہ کے لئے قیام وطعام اور درسگاہوں کا نظم ایک بڑا مسئلہ بنتا جارہا ہے، اسی کے ساتھ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تعداد بڑھنے کے باوجود تعلیم سے دلچسپی رکھنے والے طلبہ کی تعداد دن بدن کم ہوتی جارہی ہے، اس کی وجہ خواہ کچھ ہو، یہاں اس سے بحث نہیں، لیکن یہ بھی اک حقیقت ہے کہ مدارس اور دینی حلقوں سے باہر کی دنیا میں اک خلقِ کثیر ہے جو عصری ماحول میں رہتے ہوئے دینی تعلیم سے مجنونانہ دلچسپی رکھتی ہے، ان کی نگاہیں متلاشی رہتی ہیں ایسے جید علماء کی جن کے پاس ان کی علمی تشنگی بجھ سکے، اور جن کے پاس ان کے ہر ذہنی عقدہ کا حل موجود ہو، اور یہ وہی علماء ہوسکتے ہیں جن کے اندر صلاح وتقوی، ایمانی غیرت وحمیت، اصلاح وارشاد کی حکمت و مصلحت اور عصر حاضر کے مذاقِ گفتگو کے ساتھ ساتھ پختہ علوم اسلامیہ کی صلاحیت بھی ہو۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسی شخصیات اپنے ذاتی وسائل سے یا پھر اپنے اداروں کے پلیٹ فارم سے ایسے انٹرنیٹ اسٹیج تیار کریں

جہاں سے وہ ملک و بیرونِ ملک مشرق ومغرب کے طالبانِ علوم نبوت کی علمی پیاس بجھاسکیں اور ان کی دینی معلومات کو پختگی وسند عطا کریں، تاکہ وہ لوگ گمراہانہ ذہنیت کے حامل خودساختہ علماء ومصلحین کے ہتھے چڑھ کر نادانستہ طور پر اپنے دین وعقیدہ کو ضائع نہ کریں، جیسا کہ ہوچکا ہے اور ہورہا ہے۔

اسکائپ اور نیٹ میٹنگ وغیرہ ایسے سوفٹ ویرز ہیں جن پر بالمشافہ گفتگو کی جاسکتی ہے، دروس ومحاضرات دئے جاسکتے ہیں، سوالات وجوابات کے حلقے منعقد کئے جاسکتے ہیں اور باقاعدہ عالمیت اور فضیلت کے نصاب جاری کئے جاسکتے ہیں۔

افتاء وقضاء:

آج کے ترقی یافتہ انسان کے ہاتھ میں موبائل، ٹیبلیٹ اور لیپ ٹاپ اور ان کے اندر انٹرنیٹ ہمہ وقت دستیاب رہتا ہے، اور وہ ہر طرح کے روابط قائم کرنے میں اس کے استعمال کا خوگر ہوتا جارہا ہے۔ یہ مزاج جو آگے چل کر مزید پختہ ہوتا چلا جائے گا، اس کو اس طرف راغب نہیں کرتا کہ وہ میلوں کا سفر کرکے، سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرکے اور مصروف ترین اوقات میں سے فرصت نکال کر پیش آئندہ کسی نزاع میں دار القضاء کا فیصلہ لینے کے لئے دنیا کے چنندہ اور معدودے معتبر دینی اداروں کا رخ کرے۔ بہت سی شخصیات جو دینی میدان میں استناد کا درجہ نہیں رکھتیں، یا گمراہ فرقوں سے ان کا تعلق ہے، انھوں نے سوشل میڈیا پر اپنے اکاؤنٹ کھول رکھے ہیں یا ویب سائٹیں بنا رکھی ہیں، جن کے ذریعہ وہ باطل وگمراہ افکار ونظریات اور عقائد کو فروغ دے رہے ہیں، اور ہزاروں لوگوں کو گمراہ کررہے ہیں۔ یہ لوگ نہ صرف یہ کہ سطحی فتوے رائج کرتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو بیعت وارشاد کا کام بھی اپنی ویب سائٹوں سے کررہے ہیں۔ عام آدمی کو ان کی اصل کا پتہ نہیں ہوتا اور وہ ان سے رابطہ کرکے مطمئن ہوجاتے ہیں۔

ہمارے بہت سے دار الافتاء آنلائن استفتاء پر فتوے دے رہے ہیں، اور یہ نہایت مفید اقدام ہے، لیکن آج کے پرآشوب دور میں جہاں حق و باطل کو خلط ملط

کرنے والے ہر جگہ پائے جاتے ہیں' بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں جن میں مذاکرہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، خاص طور پر فکری ونظریاتی اور سماجی موضوعات پر تحریری استفتاء وافتاء سے تشفی نہیں ہوتی، ایسی صورت حال سے نمٹنے کے لئے مفتی حضرات سے مذاکرہ کی سہولت انٹرنٹ پر ہونی چاہئے اور امت کے افراد کو اپنی ذہنی الجھنوں اور فکری پیچیدگیوں کو پیش کرنے اور ان کو حل کرنے میں مدد کرنی چاہئے، خاص کر اس وجہ سے بھی کہ بعض اوقات یہ باتیں ایمان وعقیدہ کو بھی متاثر کرتی ہیں۔

افتاء کے ساتھ ساتھ قضاء کی پیشیاں بھی انٹرنٹ پر منعقد کی جاسکتی ہیں۔ آج الحمدللہ ہمارے مستند اداروں کی ویب سائٹیں موجود ہیں، ان کے ذریعہ کیس درج کیا جاسکتا ہے، پھر انھی کے ذریعہ مخاصمین کو طے شدہ وقت دے کر خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں ہوں' مذکورہ بالا سوفٹ ویرز کے ذریعہ قاضی صاحب کے سامنے پیش کیا جاسکتا ہے اور دونوں کی حجتیں سن کر شریعت کی روشنی میں فیصلے دیے جاسکتے ہیں۔ یہ نہ صرف دین و شریعت کی بے مثال خدمت ہوگی بلکہ توقع ہے کہ اس کے ذریعہ امت کا رجوع شریعت کی طرف بڑھ جائے گا۔ کیونکہ دنیا کے تمام حصوں میں معیاری اور مستند دار القضاء موجود نہیں ہیں، البتہ ایسے لوگ ضرور موجود ہیں جو شریعت کا فیصلہ اور حکم سن کر اس پر عمل کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ امید اس بات کی بھی ہے کہ وہ طبقہ جو عام حالات میں شریعت سے رجوع نہیں کرتا، لیکن آج کل عدالتی کارروائیوں میں طوالت اور بڑے اخراجات کی وجہ سے یہ سہولت دستیاب ہونے پر شریعت ہی سے رجوع کرے گا۔

وعظ وارشاد اور دعوت وتبلیغ:

اب باب میں اگر انٹرنٹ کی سہولت کو وصول کیا جائے تو آج ٹیلی ویژن براڈ کاسٹنگ پر ہماری غیر موجودگی سے جو نقصان ہو رہا ہے وہ کافی حد تک کم ہو جائے۔ اسی طرح ہماری یہ شکایت بھی دور ہو جائے کہ ہمارا کوئی ٹی وی چینل نہیں ہے۔ حالیہ کچھ عرصہ میں جو ظاہرہ ابھر کر آیا ہے وہ یہ ہے کہ سوشل میڈیا، جس میں واٹس ایپ اور فیس بک زیادہ اہم ہیں،

اور یوٹیوب نے ٹی وی چینلز کی اہمیت کو کافی کم کر دیا ہے۔ اب دینی حلقہ رمضان کی حرمین شریفین اور دیگر بڑی مساجد کی تراویح موبائل و لیپ ٹاپ پر دیکھتا ہے، اور کھیل کود کے شائقین کرکٹ وفٹ بال کے مقابلے بھی انھی آلات پر دیکھ لیتے ہیں، کیونکہ یہ آلات ہر جگہ منتقل کئے جاسکتے ہیں جس کی وجہ سے جہاں اور جس وقت شروع ہو جائے دیکھا جاسکتا ہے، گھر آ کر ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ کر دیکھنے کی قید نہیں۔ واٹس ایپ پر کسی بھی واقعہ کے اہم حصہ کی کلپ کسی نہ کسی طرف سے موصول ہو جاتی ہے، فیس بک پر براہِ راست جس پروگرام میں ہوں اس کو اپنے احباب کے لئے نشر کر سکتے ہیں۔ ہر معاملہ میں انٹرنٹ کی طرف رجوع اتنا بڑھ گیا ہے کہ ٹی وی چینلز کو اپنی ویب سائٹیں بنانی پڑی ہیں، ان ویب سائٹوں پر بھی ان کی نشریات دیکھی جاسکتی ہیں، یوٹیوب پر انٹرنٹ کا صارف اپنے پسند کی چیز اپنی فرصت کے اوقات میں براہِ راست یا لوڈ کر کے دیکھ سکتا ہے، اسی سہولت کی وجہ سے اب سینما ہال بھی بند ہوتے جا رہے ہیں، اور تھیٹروں کا کاروبار دن بدن گرتا جا رہا ہے۔

ہمیں اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھانا چاہئے کہ جو چیز ہمارے بس میں نہیں تھی یا جس کا حصول دشوار تھا اس کی اہمیت کم ہو کر اس کی جگہ ایسا متبادل آ گیا ہے جو سہل الحصول ہونے کے ساتھ ساتھ ''کم خرچ بالانشیں'' کا مصداق بھی ہے۔

یہاں یہ ذمہ داری ان حضرات کی ہے جو ہمارے اکابر کی مجلسوں میں شریک رہتے ہیں اور ان سے استفادہ کرتے رہتے ہیں، اور ملٹی میڈیا موبائل اور لیپ ٹاپ وغیرہ استعمال کرنے کے عادی ہیں، وہ ان کی مجلسیں دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مسلمان بھائیوں تک پہونچائیں، بلکہ ان کی مجالس کا لائیو ٹیلی کاسٹ کریں، جیسا کہ فیس بک جیسے سوشل میڈیا سے بھی ممکن ہے۔ گرچہ بعض احباب یہ کام کر رہے ہیں، لیکن ضروری ہے کہ اس کو پوری سنجیدگی کی رو سے اور ہنگامی طور پر کیا جائے تا آنکہ سوشل میڈیا پر نمایاں نظر آئے اور تمام افرادِ امت اس سے واقف ہو کر استفادہ کریں۔ اور ایک ایسی صورتِ حال پیدا ہو کہ جس طرح لوگ ٹی وی پر اپنے پسندیدہ پروگرام کا انتظار کرتے تھے اب سوشل میڈیا پر ان اکابر کی مجلسوں کا انتظار

کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے، آج کی دنیا حق کی پیاسی ہے اوران کوحق کہیں نظرنہیں آرہا ہے، کچھ لوگ مایوسی کا شکار ہیں اور کچھ لوگ غلط لوگوں کے ہاتھوں میں پڑ کر ابتداء میں مطمئن ہوجاتے ہیں اور جب رفتہ رفتہ ان کی اصلیت سامنے آتی ہے تو دین سے بے زار ہوجاتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ابھی بھی دنیا اہلِ حق، متبعینِ سنت، دینی وایمانی غیرت وحمیت والے، دین وشرع کے ترجمان مخلص علماء سے خالی نہیں ہوئی ہے، گرچہ ان کی تعداد کم ہے، لیکن اس کمی کو ان وسائل کے کثرتِ استعمال سے کافی پُر کیا جاسکتا ہے۔ وماذلک علی اللہ بعزیز وہو الموفق والمستعان۔

□□□□

بقیہ چنداہم پلیٹ فارم۔۔۔۔ یہ آپ کے پروگرام کو کامیاب کرنے کی بجائے آپ کو کنفیوز کردے گا اور آپ کے حوصلہ کو پست کردے گا۔ حالاں کہ جلد پیغام رسانی اور بآسانی تبادلہ خیال کے لئے سب سے موثر پلیٹ فارم واٹس ایپ ہے لیکن بامقصد کاموں کے لئے یہ سب سے زیادہ غیر موثر اور ناکام اپلی کیشن ہے، لہٰذا دعوتی مقاصد کے لئے اس کا استعمال ہرگز نہ کیا جائے، یہ میرے ذاتی تجربات پر مبنی رائے ہے۔ مختلف افراد کی رائے اس سلسلہ میں مختلف ہوسکتی ہے۔

الغرض! موجودہ دور جسے ہم ذرائع ابلاغ کے انقلابی دور سے موسوم کرتے ہیں اس میں سوشل میڈیا کا استعمال دینی، ملی وفلاحی اداروں کے لئے ناگزیر ہے، اور اس کے استعمال سے ہم جہاں ایک طرف اپنے کاموں کے دائرہ کو وسیع کرسکتے ہیں وہیں ہم دین اسلام کی نشرواشاعت اور دعوت وتبلیغ کی خدمات کے اہم فرائض بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ اس موقع پر میں تمام دینی وملی اداروں بالخصوص اہل مدارس اور ملی تنظیموں کے ذمہ داران سے اپیل کروں گا کہ وہ اپنے یہاں جاری شعبہ نشرواشاعت کو فعال بناتے ہوئے اس میں ایک سوشل میڈیا کوآرڈینیٹر مقرر کرے جس کا کام ہی سوشل میڈیا پر مانیٹرنگ کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے مقاصد کو حاصل کرنا ہو۔ اللہ ہمارا حامی وناصر ہو۔

سوشل میڈیا کے چند اہم پلیٹ فارم: مختصر تعارف

مولانا غفران ساجد قاسمی

(چیف ایڈیٹر: بصیرت آن لائن)

ذرائع ابلاغ جمہوریت کا بہت ہی کارگر اور مؤثر ہتھیار ہے۔ اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر ہی اسے جمہوریت کا چوتھا ستون کہا گیا ہے۔ اکیسویں صدی میں سماج کو بدلنے میں جن چیزوں کا اہم کردار رہا ہے ان میں سرفہرست ذرائع ابلاغ ہے۔ سائنس وٹکنالوجی کی ترقیات نے ذرائع ابلاغ کو بالکل نیا رخ دیدیا ہے جس نے بہت تیزی کے ساتھ سماج کی فکر کو بدلنے میں اہم اور مؤثر کردار ادا کیا ہے ۔ ایک دور ہوا کرتا تھا جب انسان اپنے قرب وجوار کی خبروں سے بھی کئی دنوں بعد واقف ہوا کرتا تھا اور دور دراز مقامات اور قومی وبین الاقوامی خبروں سے واقفیت کے لئے ہفتوں اور مہینوں لگ جایا کرتے تھے، لیکن اس زمانہ کے اعتبار سے جس وقت جو خبر انہیں ملتی وہی ان کے لئے بریکنگ نیوز ہوتی، پھر زمانہ نے تھوڑی ترقی کی اور ریڈیو کی ایجاد ہوئی، اس ایجاد نے خبروں کی ترسیل کے وقفہ کو بہت حد تک کم کردیا اسی طرح بتدریج ٹیلیویزن، پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور پھر ایک وہ دور آیا جس میں انٹرنیٹ نے ان ذرائع ابلاغ کے درمیان اپنی جگہ بنانے میں بہت ہی جلد اور بڑی تیزی کے ساتھ کامیاب ہوگیا۔ اور اسی انٹرنیٹ کا سہارا لے کر سینکڑوں ایسی ویب سائٹس کا وجود ہوا جس نے سماج کو مربوط کرنے میں انتہائی منظم اور فعال کردار ادا کیا جسے ہم نے سماجی رابطوں کی ویب سائٹس بالفاظ دیگر یا اصطلاح جدید میں ''سوشل میڈیا'' کا نام دیا گیا۔ یہیں سے ذرائع ابلاغ میں وہ انقلاب پیدا ہوا جس نے پورے سماج کی تصویر ہی بدل کر رکھ دی۔

یہ سچ اپنی جگہ مسلم ہے کہ ذرائع ابلاغ کی دنیا میں سب سے اہم کردار پرنٹ میڈیا کا رہا ہے ۔ کیوں کہ پرنٹ میڈیا ہی ذرائع ابلاغ کا جنم داتا ہے۔ لیکن سائنس

وٹیکنالوجی کی ترقی نے پرنٹ میڈیا کو پیچھے چھوڑتے ہوئے الیکٹرانک میڈیا نے وہ عروج حاصل کیا جس کا انسان نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔ یہ الگ بحث ہے کہ الیکٹرانک میڈیا کے اس عروج نے انسانیت اور سماج کو کتنا فائدہ پہونچایا ہے اور کتنا نقصان؟ سیدھے سادھے جملوں میں اتنا تو کہا جاسکتا ہے کہ فائدہ سے زیادہ نقصان ہی پہونچایا ہے۔ بہرحال اس وقت ہمارا موضوع الیکٹرانک میڈیا کے نفع ونقصان کا نہیں ہے بلکہ ہمارا موضوع سماج اور معاشرہ میں اس کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالنا ہے۔

الیکٹرانک میڈیا کو شکل وصورت کے اعتبار سے کئی خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم اور مشہور ٹی وی ہے، اس کے بعد نمبر آتا ہے انٹرنیٹ پر نشر کئے جانے والے پرنٹ مواد جسے ہم ویب میڈیا یا نیوز پورٹل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ معروف اور مشہور شکلوں میں یوٹیوب، فیس بک، ٹوئٹر، واٹس ایپ، انسٹاگرام، گوگل پلس، لنکڈان، ٹمبلر وغیرہ کے علاوہ سینکڑوں کی تعداد میں ایسے انٹرنیٹ پر چل رہے میڈیا ہیں جس میں سے اکثر وبیشتر کے ناموں سے انسان ناواقف ہیں، میں نے جو چند نام شمار کرائے ہیں یہ بہت ہی زیادہ عام فہم اور مقبول عوام وخاص میڈیا ہیں جسے سب جانتا ہے اور تقریبا ہر اسمارٹ فون استعمال کرنے والا شخص ان میڈیا سے کسی نہ کسی حد تک استفادہ ضرور کرتا ہے۔ مذکورہ بالا میڈیا کو سماج میں جس نام سے جانا اور پکارا جاتا ہے اسے ہم سوشل میڈیا یا اردو زبان میں سماجی رابطوں کے ذرائع ابلاغ سے یاد کرتے ہیں۔

انٹرنیٹ کے تیزی کے ساتھ بڑھتے استعمال نے سوشل میڈیا کو بڑی تقویت پہونچائی ہے۔ اب عالم یہ ہے کہ ہر فرد اپنی مٹھی میں پوری دنیا سمیٹ کر چلتا ہے، جب اور جہاں چاہتا ہے وہ دنیا کے حالات سے باخبر ہو جاتا ہے۔ سوشل میڈیا کے ہر ہاتھوں میں پہونچنے کا ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ اب آج کی نئی نسل اخبار پڑھنے اور کتابوں سے علم حاصل کرنے میں کافی سست ہوگئی ہے۔ آج کی نئی نسل چاہتی ہے کہ بس ہر چیز اسے اس

کی اسکرین پر نظر آتی رہے، اس طرح سے آج کی نئی نسل مطالعہ کی افادیت سے محروم ہوتی جارہی ہے جو کہ اپنے آپ میں ایک بڑا المیہ ہے۔ سوشل میڈیا کی وجہ سے ایک جو بڑا نقصان نظر آرہا ہے وہ ہے غلط سلط باتوں کو سنسنی خیز بنا کر معاشرہ اور سماج میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرنا، اسی طرح کچھ ایسے افراد بھی اس سماج میں موجود ہیں جنہوں نے محض سستی شہرت کی خاطر اور نامور صحافی کا سوانگ رچانے کے لئے سوشل میڈیا اور نیوز پورٹلوں کے ذریعہ بے بنیاد خبروں کو بریکنگ نیوز، سنسنی خیز اور انکشاف کا نام دے کر سماج کو تقسیم کرنے کا کام کیا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ پھیلائی جانی والی ایسی افواہوں سے اب تک کئی بے قصور کی جانیں جاچکی ہیں اور کئی گھر تباہ وبرباد ہو چکے ہیں۔ حالاں کہ پولس انتظامیہ نے سوشل میڈیا کی انہی حرکتوں کے پیش نظر سائبر ایکٹ کے تحت کچھ سخت قوانین مرتب کئے ہیں جس کا خاطر خواہ اثر دیکھنے کو مل رہا ہے۔

سوشل میڈیا یا سماجی رابطوں کی ویب سائٹ جہاں اپنے اندر بہت سارے نقصانات کو سمیٹے ہوئے ہے اگر بغور دیکھا جائے تو درحقیقت یہ بہت ہی منافع بخش ذرائع ابلاغ ہیں، بس شرط یہ ہے کہ اس کا استعمال اچھے اور نیک مقاصد کے لئے کیا جائے۔ دنیا میں ہر چیز اپنے اندر دو صفت رکھتی ہے، اچھائی اور برائی کی، فرق استعمال کرنے والے پر ہے کہ وہ اس کا استعمال کس مقصد کے لئے کرتا ہے۔ سوشل میڈیا کو مفید بنانے میں دینی، ملی وفلاحی ادارے بہت اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ جہاں تک میرا تجربہ ہے کہ سوشل میڈیا کی ویب سائٹس میں سب سے زیادہ موثر فیس بک اور یوٹیوب ہے۔ تجربہ نے ثابت کر دیا کہ واٹس ایپ صرف ہنسی مذاق کے لئے تو ہوسکتا ہے کسی سنجیدہ کام کے لئے اس کا استعمال ہرگز ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں اس کے مقابلہ میں ٹیلی گرام قدرے مفید ہے۔ آج کل دنیا کا ہر کاروبار، ہر تجارت فیس بک پر براجمان ہے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے دینی وملی ادارے آج بھی ان پلیٹ فارموں کو استعمال کرنے میں بہت پیچھے ہیں۔ آج کا ہر شخص خواہ وہ زندگی کے کسی شعبہ سے تعلق رکھتا ہو، تجارت اس

کا پیشہ ہو یا زندگی کے کسی دیگر شعبہ سے تعلق رکھتا ہو وہ اپنی تجارت کے فروغ، اپنے کاروبار کو وسعت، اور اپنی پہچان کو ہر شخص تک پہونچانے کے لئے فیس بک اور یوٹیوب کا سہارا لئے بغیر نہیں رہتا۔ ہمارے بعض اکابر جو سوشل میڈیا سے بہت دور ہیں، جنہیں صرف سوشل میڈیا کے ایک پہلو کا علم ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیزیں صرف ضیاع وقت ہے اور اس کا استعمال سماج کا صرف وہ طبقہ کرتا ہے جو دین بیزار ہے اور دنیاوی لہو ولعب کو فروغ دینا جس کا مزاج ہے، لہٰذا دینی وملی اداروں کو اس طرح کی چیزوں کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے، درحقیقت وہ ایک ایسے پلیٹ فارم کی افادیت کا دانستہ یا نادانستہ طور پر انکار کررہے ہیں جو کہ بہت ہی موثر اور فعال ہے۔ آج جب کہ میڈیا کا شعبہ دراصل خالص تجارتی شعبہ بن چکا ہے جہاں سیکنڈ اور لمحات کی قیمت ہوتی ہے وہاں اگر آپ دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینا چاہیں تو اس کے لئے آپ کو خطیر رقم صرف کرنی پڑے گی، اس کے علاوہ بھی ایک بڑی پریشانی یہ ہے کہ میڈیا کے شعبہ پر ایسے اسلام دشمن طاقتوں کی اجارہ داری ہے کہ وہ اسلام کی نشر واشاعت کے لئے کبھی بھی اپنا پلیٹ فارم استعمال نہیں ہونے دیں گے خواہ اس کے لئے آپ جتنے جتن کرلیں، موجودہ دور میں ٹی وی چینلوں پر مختلف اسلام اور دین مخالف ڈیبیٹ اور مناقشوں کی شکل میں اس کی مثال واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے جب ہم سوشل میڈیا کی جانب نظر کرتے ہیں تو ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ یہ میڈیا کا یہ شعبہ جسے سوشل میڈیا کا نام دیا گیا ہے یقیناً دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کے لئے اللہ کی جانب سے خاص انعام ہے بشرطیکہ ہم اس کا صحیح اور بروقت استعمال کرسکیں۔

ذیل میں ہم ان طریقہ کار کا جائزہ لیں گے جس کے ذریعہ ہم سماجی رابطوں کی ان اہم ویب سائٹس کے ذریعہ اسلام کی نشر واشاعت اور دین کی خدمت کا اہم فریضہ آسانی کے ساتھ اور کم خرچ میں انجام دے سکتے ہیں۔

1-فیس بک: موجودہ دور میں سوشل میڈیا میں سب سے زیادہ استعمال

کیا جانے والا پلیٹ فارم فیس بک ہے۔ فیس بک ہر خاص وعام، بوڑھے و نوجوان سب میں یکساں مقبول ہے۔ اس پلیٹ فارم کو استعمال کرنے والوں میں پڑھے لکھے اور ان پڑھ کی بھی کوئی قید نہیں ہے۔ انٹرنیٹ ریسرچ کمپنیوں اور مختلف سروے کمیٹیوں کے محتاط اندازے کے مطابق پوری دنیا میں سب سے زیادہ فیس بک کا استعمال ہندوستان میں ہوتا ہے اور اس کے صارفین کی تعداد 241/ملین ہے۔ جبکہ امریکہ جو کہ اس کا جنم داتا ہے وہاں اس کے استعمال کرنے والوں کی تعداد ہندوستان سے کم ہے اور وہاں اس کے صارفین کی تعداد 240/ملین ہے۔ اور اسی طرح انگلینڈ میں اس کے صارفین کی تعداد صرف 44/ملین ہے۔ حیرت کی انتہا اس وقت ہو جاتی ہے کہ جب ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ترقی یافتہ ممالک کہلاتے ہیں وہاں فیس بک صارفین کی تعداد بہت ہی کم ہے اس کے مقابلہ میں ایشیا جس میں ہمارا ہندوستان سرفہرست ہے وہاں فیس بک صارفین کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ آپ اعداد وشمار دیکھ کر دنگ رہ جائیں گے کہ دنیا میں سب سے زیادہ یعنی 37/فیصد فیس بک کے صارفین کی تعداد ایشیاء کے باشندوں کی ہے جب کہ یورپ میں اس کی تعداد صرف 17/فیصد ہے۔ اسی طرح افریقہ میں 8/فیصد تو مشرق وسطیٰ میں صرف 4/فیصد ہے۔ بہرحال ان اعداد وشمار کی روشنی میں ہمیں یہ بتلانا مقصود تھا کہ جس ملک کے افراد اتنی بڑی تعداد میں فیس بک پر رہتے ہوں تو ان تک اسلام کی بات کو بذریعہ فیس بک پہونچانا کتنا آسان ہوگا۔

فیس بک پر دعوت وتبلیغ اور اسلام کی نشر واشاعت کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے ادارے کا ایک مخصوص صفحہ بنائیں۔ اس صفحہ پر مختصراً اپنے ادارے کا تعارف، اغراض ومقاصد بھی لکھ دیں۔ پھر آپ اس صفحہ کو اپنے دوستوں اور دیگر فیس بک صارفین تک پہونچانے کے لئے انہیں اپنا صفحہ پسند کرنے کی دعوت دیں، اسے فیس بک کی اصطلاح میں Like کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص آپ کی دعوت قبول کرتے ہوئے آپ کا صفحہ لائک کرتا ہے گویا وہ آپ کے صفحہ سے جڑ جاتا ہے۔ اب آپ اپنے صفحہ

پر دعوت وتبلیغ سے متعلق مواد، اسلام سے متعلق مثبت اور مفید معلومات اس صفحہ پر شائع کرتے رہیں۔کوشش کریں کہ آپ جو کچھ بھی اپنے صفحہ پر ڈال رہے ہیں وہ غیر متنازعہ ہو، اخلاقیات اور انسانیت کا مکمل درس اس میں موجود ہو، ساتھ ہی اس کی زبان انتہائی سادہ اور پرکشش ہو۔اسی طرح گاہے گاہے اپنے ادارے کی کارگذاریوں سے بھی اپنے احباب کو مطلع کرتے رہیں۔ایک بات کا خیال رہے کہ کبھی بھی غیر اخلاقی پوسٹ یا متنازعہ پوسٹ نہ کریں جس سے کہ لوگ آپ سے قریب آنے کی بجائے دور ہوں۔ویسے بھی ایک بات ذہن نشیں رہے کہ فیس بک پر صارفین اور آپ کے احباب کے لئے آپ کے پیج کو بند کرانے کا ایک آپشن موجود ہے وہ یہ کہ اگر آپ کوئی غیر اخلاقی پوسٹ کرتے ہیں یا کوئی متنازعہ بات ڈالتے ہیں تو آپ کے فیس بک دوست آپ کے پیج کی شکایت فیس بک کمیونٹی پیج پر جاکر کر سکتے ہیں جس سے آپ کا پیج ہمیشہ کے لئے بند بھی کیا جاسکتا ہے۔اسی لئے ہر پل یہ خیال رہے کہ صرف مثبت اور مفید معلومات ہی شیئر کریں، منفی تبصروں اور غیر اخلاقی پوسٹ سے کلیۃ اجتناب کریں۔ذرا غور کریں کہ جس پلیٹ فارم پر آپ کے ملک کے 241؍ملین افراد موجود ہوں اگر ان میں سے 1؍فیصد افراد تک بھی آپ کی بات پہونچ گئی تو ذرا اندازہ کریں کہ کامیابی کا تناسب کیا ہوگا؟ بس شرط ہے کہ کام مخلصانہ جذبے سے ہو اور اللہ پر توکل ہو۔اس سلسلہ میں ایک مفید مشورہ یہ بھی ہے کہ ہر دینی وملی ادارے کو اپنے یہاں ایک ایسے فرد کو بحال کرنا چاہئے جس کا کام ہی سوشل میڈیا کی مانیٹرنگ ہو اور جو سوشل میڈیا پر اپنے ادارے کی بہتر ترجمانی کے ساتھ ساتھ دین کی ترویج واشاعت کا بہترین فریضہ بھی انجام دے سکے۔ادارہ اگر چاہ لے تو یہ بہت ہی آسان کام ہے۔اوراس طرح ہندوستان کے سوشل میڈیا پر اسلام اور مسلمانوں کی صحیح ترجمانی کرنے والوں کا خلا پر ہوجائے گا۔انشاء اللہ

2-یوٹیوب: سماجی رابطوں کی ویب سائٹس کے درمیان یوٹیوب بہت ہی اہمیت کی حامل ویب سائٹ ہے۔عام طور سے لوگ اس کو صرف مختلف ویڈیوز دیکھنے

کا ذریعہ سمجھتے ہیں حالاں کہ یہ اپنی بات کو ویڈیو کی شکل میں عام ناظرین تک پہونچانے کا بہت ہی اہم اور سستا ذریعہ ہے۔اس وقت دنیا کے مختلف حصوں میں اپنی تجارت کو فروغ دینے، اپنی فکر کو عام کرنے اور اپنے خیالات کو دوسرے اذہان میں منتقل کرنے کے لئے اس اہم ذریعہ کا بہت ہی کامیابی کے ساتھ استعمال کر رہے ہیں۔میڈیا میں شناخت بنانے والے میڈیا کے بہت سارے دلدادے یوٹیوب چینل کے ذریعہ خبریں، تجزیے اور دیگر علمی وسیاسی مباحثے عوام وخواص تک پہونچا رہے ہیں۔ایسے افراد جن کے پاس نہ تو مادی وسائل ہیں اور نہ ہی افرادی قوت، لیکن وہ اپنی بات دوسروں تک پہونچانے کے لئے میڈیا کا استعمال کرنا چاہتے ہیں وہ حضرات اپنی چھوٹی چھوٹی ویڈیو موبائل کیمرہ کے ذریعہ بنا کر یوٹیوب کے سہارے دوسروں تک پہونچا رہے ہیں اور وہ اپنے اس مقصد میں الحمدللہ کامیاب بھی ہیں۔بہت سارے لوگ تو یوٹیوب چینل کے سہارے اپنا نیوز چینل چلا رہے ہیں اور اس پر پیش کئے گئے پروگرام کی لنک دوسری جگہوں پر بھیج کر لوگوں کو اپنے یوٹیوب چینل کے مشاہدہ کی دعوت دیتے ہیں اور لوگ شوق سے ان کے پروگرام کو دیکھتے ہیں اور اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

دینی وملی اداروں کے لئے یوٹیوب چینل بہت ہی مفید ہے۔اس کا استعمال بھی بہت آسان ہے۔آپ کو اپنے گوگل اکاؤنٹ کے ذریعہ ایک اکاؤنٹ بنانا پڑتا ہے۔پھر آپ یوٹیوب پر اپنے ادارہ کے نام سے ایک چینل بنالیں۔اس میں دونوں طریقے موجود ہیں۔اگر آپ اپنے کسی پروگرام کو لائیو ٹیلی کاسٹ کرنا چاہیں تو وہ بھی کر سکتے ہیں، لائیو پروگرام بعد میں چینل پر محفوظ ہوجاتا ہے جسے کبھی بھی کہیں سے بھی دیکھا اور سنا جاسکتا ہے۔اسی طرح آپ اپنی چھوٹی چھوٹی ویڈیوز جس کا دورانیہ پندرہ منٹ سے کم ہو وہ ریکارڈ کرکے اس کی ایڈیٹ کرکے ڈال سکتے ہیں۔پھر اس کی لنک مختلف جگہوں پر شیئر کردیں جس سے لوگ بآسانی استفادہ کر سکتے ہیں۔اس سلسلہ میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ اسلام اور محاسن اسلام کے مختلف موضوعات، اسی طرح سیرت النبی صلی اللہ علیہ

وسلم اور خلافت راشدہ پر مختصر، مگر جامع تقاریر تیار کر کے کسی اچھے مقرر کی آواز میں اس کو ریکارڈ کر لیں اور پھر اس کو اپ لوڈ کر دیں۔اسی طرح بچوں کی تعلیم وتربیت سے متعلق، خواتین کی تعلیم وتربیت سے متعلق، کچھ ایسے سوالات مرتب کر کے اس کا سوال وجواب کا سیشن کر دیں جس کو جاننے کی ہر عام وخاص کی چاہت ہوتی ہے۔اس طرح کے پروگراموں سے بہت جلد آپ کا چینل مقبول ہو جائے گا اور اس کی افادیت بھی عام ہوگی ۔فیس بک ہو یا یوٹیوب اس میں زبانوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ہوتا یوں ہے کہ ہم لوگ ہر جگہ صرف اپنی مادری زبان اردو سے کام چلانے کی کوشش کرتے ہیں جس کا خاطر خواہ فائدہ نہیں ہو پاتا ہے۔کوشش کریں کہ یہ سارے پروگرام ملک کی مختلف علاقائی زبانوں، بالخصوص قومی زبان ہندی، انگریزی میں ضرور کریں اس کے علاوہ بنگالی، آسامی، اوڑیا، کنڑ، تیلگو، ملیالم زبانوں میں اس کو خوب عام کیا جائے۔تبھی ہم ان پروگراموں سے دعوت وتبلیغ کا صحیح کام لے سکتے ہیں۔

3-ٹیلی گرام: ٹیلی گرام کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، پھر بھی اس کا فائدہ محدود ہے۔لیکن واٹس ایپ کے مقابلہ میں یہ زیادہ مفید ہے۔اس پر آپ ایک گروپ تشکیل دیدیں اور اس میں اپنے پیغامات بھیجتے رہیں، گروپ ممبران اس سے استفادہ کریں گے۔واٹس ایپ میں ایک سب سے بڑی خرابی یہ ہے اور یہی وہ بنیادی خرابی ہے جس کی وجہ سے یہ مفید اپلی کیشن اپنی افادیت کو عام کرنے سے محروم ہے وہ یہ کہ واٹس ایپ کے گروپ میں ہر ممبر کو پوسٹ کرنے کی اجازت ہوتی ہے جو کہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ممبران اس کا بہت ہی غلط فائدہ اٹھاتے ہیں۔جب کہ اس کے برعکس ٹیلی گرام میں ممبران کو پوسٹ کی اجازت نہیں ہوتی ہے اس لئے ایڈمن خود مختار ہوتا ہے، واٹس ایپ گروپ پر بارہا کے تجربہ نے یہ ثابت کر دیا کہ اگر آپ کو اپنا کوئی پروگرام کامیابی سے ہمکنار کرنا ہے تو خدارا، خدارا اس کا کوئی واٹس ایپ گروپ نہ بنائیں، بہت زیادہ ہو تو آپ فیس بک پیج بنا دیں، لیکن واٹس ایپ گروپ نہ بنائیں۔۔۔باقی ص 67 پر

سوشل میڈیا اور دعوت دین کے طریقے

مولانا مبشر سلطان ندوی

اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ سوشل میڈیا اس وقت انسانی رابطہ اور ارسال و ترسیل کا بہت بڑا ذریعہ بن چکا ہے اور عالمی گلوبلائزیشن کی تعمیر و بنا میں ایک اہم کردار ادا کر رہا ہے، اس امر میں بھی کوئی شک نہیں کہ سوشل میڈیا کے ذریعے انسانوں کو چند فائدے حاصل ہوئے ہیں لیکن ساتھ ساتھ بے شمار اخلاقی و دینی خرابیاں بھی انسانوں کے اندر پیدا ہو رہی ہیں جن کو آج ہر عقلمند اور باشعور انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے

ان میں چند نقصانات ایسے ہیں جن کا اثر صرف شخصی یا خاندانی زندگی تک محدود نہیں رہتا ہے بلکہ وہ ساری قوم کے لئے باعثِ نقصان بن جاتا ہے ہم انہیں چند بنیادی خرابیوں اور نقصانات سے آغاز کریں گے جو دانستہ یا نادانستہ قوم وملت بلکہ اپنے دین وایمان کے لیے بھی خطرہ کی نشانی ہیں۔

1۔ساری مسلکی لڑائیاں اور اختلافی بحث ومباحثے سوشل میڈیا پر ہی انجام دیے جا رہے ہیں جس کا ظاہر نتیجہ ہے کہ دشمنوں کی مقصد برآری ہوتی ہے، عام مسلمانوں کے اندر دین پر بے اعتمادی اور عقیدہ میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔سبق حاصل کرنا چاہیے ان غیروں سے جن کے یہاں مسائل سے لے کر عقائد تک میں ہزاروں اختلافات ہیں مگر وہ کبھی سوشل میڈیا یا پبلک مقامات کو ان اختلافات کی آماجگاہ نہیں بناتے۔

2۔بلا سوچے سمجھے اور محض جذبات کی رو میں بہ کر کسی اشتعال انگیز پوسٹ پر بھڑ کیلے تبصرے کر دیے جاتے ہیں اور بسا اوقات نوبت بایں جا رسید کہ گالم گلوچ بھی شروع ہو جاتی ہے جس سے دوسروں کو اسلام کے خلاف زہر اگلنے کا اور مسلمانوں کے اخلاق وعادات بیان کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور بعض لوگوں نے تو ان تبصروں کو اپنی

کتابوں میں بھی بیان کیا ہے جواب تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔

3۔ انجام کی پروا کیے بغیر اور کبھی خوش اعتقادی سے ان پوسٹوں کو بھی شیئر اور لائک کیا جاتا ہے جن کا اخفا کرنا چاہیے بلکہ بسا اوقات ان کی اشاعت میں گناہ مسلسل بھی لازم آجاتا ہے، مثلاً کسی اختلافی موضوع کو یا قرآن کی بے حرمتی والی تصویر کو یا حال ہی میں برما میں ہوئی وحشتناک ظلم وستم کی وہ تصویریں جن میں شرم وحیا کی رعایت نہیں کی گئی ہے وغیرہ وغیرہ کو شیئر یا لائک کرنا۔

4۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر اور اکثر اوقات بلا تحقیق اپنے سیاسی یا دینی قائدین پر طعن وطنز اور اعتراض واشکال کرنا اس پر طرہ یہ کہ اس کو احتساب کا نام دیا جاتا ہے اور عہد فاروقی میں ایک بوڑھی عورت اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ایک واقعے سے استدلال کرتے ہیں، درحقیقت احتساب نہ تو اس کا نام ہے کہ کسی کی برائی یا کمی ایسی جگہوں پر بیان کی جائے جہاں وہ تو نہ سُن سکے مگر اس کے علاوہ ہزاروں لوگ دیکھ اور سن سکیں اور نہ عہد فاروقی کے واقعات اس عمل کی تائید کرتے ہیں بلکہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ قول کے مطابق ”خیر خواہی وہ ہے جو تنہائی میں کی جائے اور جو برسر عام کی جائے وہ بغاوت ہے“۔

یہ چند وہ بنیادی باتیں ہیں جن کی وجہ سے امت میں نہ اتحاد پیدا ہو رہا ہے، نہ دین کی دعوت ہو رہی ہے اور نہ اصلاحی معاشرہ کا کام ہو رہا ہے بلکہ یہ مزید اختلافات کو ہوا دینے، دین پر بے اعتمادی پیدا کرنے، عقیدہ اور اسلام کو کمزور کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔ پہلی فرصت میں ان باتوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے اور ایسے طریقے اور راستے اختیار کرنے کی ضرورت ہے جو دعوت دین میں مفید اور اصلاح معاشرہ کے لئے نافع ہوں اس ناکارہ کے ذہن میں بھی اس سلسلے میں چند مشورے ہیں جو ارباب علم وفضل کے حضور بغرض اصلاح پیش کئے جاتے ہیں

آج کے اس ترقی یافتہ دور میں جہاں ایک جگہ کہی گئی بات اور کسی کونے میں

بیٹھ کر لکھی گئی تحریر دنیا کے کونے کونے تک پہونچ جاتی ہے دعوت کا فریضہ بڑی حد تک آسان ہو چکا ہے۔ لیکن اخبارات ورسائل کے اجراء اور چینلوں کے کھولنے کے لئے خطیر رقم درکار ہوتی ہے جو ہندوستانی مسلمانوں کی زبوں حالی کو دیکھ کر نہایت مشکل امر معلوم ہوتا ہے مگر سوشل میڈیا کی صورت میں خدا نے وہ نادر مواقع عطا فرمائے ہیں جن میں معمولی رقم خرچ کر کے بھی اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دیا جاسکتا ہے۔

1۔ (pages) سوشل میڈیا پر ایسے ڈھیر سارے pages بنائے جائیں جن میں اسلام کی تعلیمات صاف ستھرے معاصرانہ اسلوب میں پیش کئے جائیں، جن میں امور ذیل کا لحاظ مفید ہوگا

1 تحریر مختصر ہو

2 مختلف زبانوں میں ہو

3 اختلافی امور کو نہ چھیڑا جائے

4 مثبت انداز ہو

5 کسی شخص یا فرقہ یا مذہب کی طرف اشارہ نہ ہو

6 اور بہتر ہے کہ یہ pages ٹیم کے ذریعے بنائے جائیں اور ہر تحریر کو پوسٹ کرنے سے پہلے ممبران کی تائید حاصل ہو تا کہ شخصی انفعالی کیفیت کا اثر اس پر نہ پڑ سکے

2۔ YouTube یوٹیوب پر چینل بنانا آسان ہو چکا ہے اور اب تو اس کی کثرت استعمال کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکی اہمیت کسی دوسرے چینلوں سے کم نہیں ہے۔ یہاں بھی چھوٹی چھوٹی ویڈیو کلپ کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کو پھیلایا جاسکتا ہے بلکہ بسا اوقات پیش آمدہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے شرعی وضروری احکام بھی بتائے جاسکتے ہیں، بوقت ضرورت debate کی ویڈیو بنا کر بھی اپلوڈ کیا جاسکتا ہے جیسے ابھی طلاق کے مسئلہ پر ضرورت تھی۔ اس طرح نہ نیوز چینلوں سے وقت نہ دینے یا معاملہ مشتبہ کا شکوہ ہوگا اور بات بھی عوام الناس تک پہونچ جائے گی۔

3۔ cartoon۔موجودہ صدی کے تقریباً 95 فیصد بچے کارٹون کے شوقین ہیں،وہ یوٹیوب اور ٹی وی پروگراموں میں بالخصوص کارٹون کے پروگرام شوق سے دیکھتے ہیں،لہذا بچوں کی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے کارٹون بنائے جائیں جو دلچسپ ہونے کے ساتھ نصیحت آموز بھی ہوں،اخلاقی اقدار وروایات کے معمار اور اسلامی کے بنیادی عقائد وتعلیمات کے معلم بھی ہوں۔پھراسکو یوٹیوب کے ذریعہ پھیلایا جاسکتا ہے۔

4۔ Blog بلاگز۔ بلاگز ایک ایسی سائٹ ہے جہاں پر لکھی گئی تحریریں سالوں محفوظ رہتی ہیں بلکہ بار بار پڑھی جاتی رہتی ہیں۔چنانچہ اس پر بھی عمدہ مضامین لکھ کر پوسٹ کیا جاسکتا ہے۔عام طور پر لوگ اس سائٹ یا اسکی اہمیت سے واقف نہیں ہوتے حالانکہ یہ فیس بک سے بھی زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

5۔خبریں۔۔جن لوگوں کو اینکر بننے کا شوق ہے یا نیوز چینل کھولنے کی تمنا ہے وہ یہاں بآسانی اپنی مراد پاسکتے ہیں۔یوٹیوب ہر سیکڑوں چینل ہیں جو تازہ ترین خبروں کی کلپ ڈالتے ہیں اوران کے ذریعہ نشرواشاعت کی ضرورت پوری کرتے ہیں اور لاکھوں لوگ ان سے جڑے ہوتے ہیں۔اس دور میں جبکہ چینلوں کا مال کا غلام بن جانا عام بات ہے اسکے ذریعہ قوم وملّت کی بڑی خدمت انجام دی جاسکتی ہے۔

یہ چندوہ طریقے ہیں جن کے ذریعہ ہم بآسانی دعوت دین کی ذمہ داری سوشل میڈیا کے توسط سے ادا کرسکتے ہیں اورقوم وملت بلکہ پوری انسانیت کو ہلاکت وبربادی سے بچانے کی کوشش کرسکتے ہیں،لیکن ضرورت ہے بیدار مغزی کی،اساتذہ کی رہنمائی کی،علم واخلاص کی،گردش لیل ونہار پر بایک نگاہ کی،اورعصر حاضر کی زبان ولغت کو سمجھنے اوراسکو استعمال کرنے کی۔اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو

□□□□

یوٹیوب:دعوت دین کا ایک اہم ذریعہ

مولانا شاہ اجمل فاروق ندوی
(انچارج اردوسیکشن انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز،نئی دہلی)

موجودہ عہد میں سائنس اورٹکنالوجی کے ذریعے ہونے والی ترقیوں نے انسان سے بہت کچھ چھینا ہے،تو اسے بہت کچھ دیا بھی ہے۔اب یہ اوسط نکالنا تو بہت مشکل ہے کہ کتنا دیا اورکتنا چھینا؟البتہ یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ جدید ٹکنالوجی نے انسان کو جو کچھ دیا ہے، اس کے ذریعے ان بہت سی چیزوں کو دوبارہ حاصل کیا جاسکتا ہے جو خود اس ٹکنالوجی نے ہم سے چھینی ہیں۔لیکن اگر ان جدید ایجادات کو ختم کرکے دوبارہ قدیم دورکو واپس لے آیا جائے تو ان قدیم اشیاء کے ذریعے جدید چیزوں کو حاصل کرنا ممکن نہیں ہوگا۔مثال کے طور پر خط کا زمانہ تقریباً ختم ہوگیا ہے۔اس کے ساتھ ایک دوسرے کی خیر خیریت کا شوق،محبتیں اور جواب کے انتظار میں تڑپنے کی کیفیت بھی ختم ہوگئی۔یقیناً یہ انسانیت کا ایک نقصان ہے۔لیکن خطوط کے متبادل یعنی برقی ڈاک (Email) کے ذریعے ہم دوسرے طریقوں سے ان بیش قیمت جذبات کو حاصل کرسکتے ہیں۔پہلے ہم سال میں دوچار خطوط لکھتے تھے، تو اب دن میں دوچار خطوط لکھ سکتے ہیں۔اس طرح کبھی کبھی خط پہنچنے پر جو محبت کے جذبات پروان چڑھتے تھے،وہ اب دوسری شکل میں جلدی جلدی ایک دوسرے سے تحریری گفتگو،خیر خیریت اور محبت وہمدردی کی باتوں کے ذریعے پروان چڑھائے جاسکتے ہیں۔لہٰذا یہ کہنا مناسب نہیں ہوگا کہ جدید ایجادات نے ہم سے فلاں فلاں چیزیں چھین لیں۔کچھ جاتا ہے تو بہت کچھ آتا بھی ہے۔حکمت سے کام لیا جائے تو اس ''بہت کچھ'' کے ذریعے کھوئے ہوئے ''کچھ'' کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ابتدائی تعارف

جدید ترین ایجادات میں سے ایک اہم ایجاد سماجی ذرائع ابلاغ (Social Media) بھی ہے۔ اس کے ضمن میں وہ تمام ذرائع آتے ہیں جن کے ذریعے ایک انسان دوسرے انسان سے برق رفتاری کے ساتھ مربوط ہوسکتا ہے۔ ان ہی سماجی ذرائع ابلاغ میں ایک اہم نام یوٹیوب (Youtube) کا بھی ہے۔

یوٹیوب ایک ایسی ویب سائٹ ہے جس کے ذریعے ہم دوسروں کے سامنے کوئی ویڈیو پیش کرسکتے ہیں۔ اس ویب سائٹ کا آغاز ۱۴؍فروری ۲۰۰۵ کو ہوا۔ ۲۰۰۶ میں اسے گوگل کمپنی نے ایک ارب، پینسٹھ کروڑ ڈالر کے بدلے خرید لیا تھا۔ اب یہ اُسی کے ماتحت کام کرتا ہے۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ یوٹیوب کے ۳؍ بانیان میں سے ایک جاوید کریم (پیدائش: ۲۸؍اکتوبر ۱۹۷۹) بھی ہیں۔ انھوں نے ہی یوٹیوب پر سب سے پہلی ویڈیو اَپ لوڈ کی تھی۔ اس ویڈیو کا نام "Me at the Zoo" ہے۔ ۳۰؍ستمبر ۲۰۱۷ تک اس ویڈیو کو بیالیس ملین لوگ دیکھ چکے تھے۔ یوٹیوب کا مرکزی دفتر ریاست ہائے متحدہ امریکا میں ہے۔ جن ممالک نے کسی وجہ سے یوٹیوب کو سرکاری طور پر بند نہ کر رکھا ہو، ان ممالک کے علاوہ یوٹیوب کو پوری دنیا میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یوٹیوب نے اپنے لیے جو نعرہ استعمال کیا تھا، وہ تھا: "Broadcast yourself" یعنی خود کو نشر کیجیے۔ یہ نعرہ ہی یوٹیوب کی خدمات کا تعارف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم جس ویڈیو کو بھی دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہوں اس کو بہت آسانی کے ساتھ پیش کرسکتے ہیں۔ اب یہ ہماری ویڈیو اور اس کے پیغام پر منحصر ہے کہ اس کو کتنے لوگ دیکھتے ہیں۔ ویسے تو ہر شخص یوٹیوب کے ویڈیوز دیکھ سکتا ہے، لیکن اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم بھی کوئی ویڈیو دنیا کو دکھائیں تو اس کے لیے یوٹیوب پر خود کو رجسٹرڈ کیا جاسکتا ہے۔ رجسٹرڈ کرکے جو اکاؤنٹ بنتا ہے، اُسے چینل کہا جاتا ہے۔ اس طرح گویا ہم میں سے ہر شخص ایک ذاتی چینل کا مالک ہوسکتا ہے۔ یوٹیوب کے ذریعے ماہانہ یا

سالانہ آمدنی بھی کی جاسکتی ہے۔ بے شمار لوگ اس کے ذریعے کما رہے ہیں۔ اس میں اپنی تجارت کے فروغ کے لیے اشتہارات کی بھی گنجائش موجود ہے۔ دنیا کی بڑی بڑی کمپنیاں یوٹیوب کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے اسے اپنے اشتہارات کے لیے استعمال کررہی ہیں۔ آمدنی اور اشتہارات کے مواقع کی تفصیلات نیٹ پر دیکھی جاسکتی ہیں۔ یہ تفصیلات ہمارے موضوع کے دائرے میں نہیں آتیں۔

اہمیت

آج کل پوری دنیا نے یوٹیوب کو اپنی بات پہنچانے کا ایک اہم ذریعہ سمجھا ہے۔ نہ صرف سمجھا ہے بلکہ اسی حیثیت سے اسے اختیار بھی کیا ہے۔ اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امریکی حکومت نے بھی وہائٹ ہاؤس کی چیزیں دنیا تک پہنچانے کے لیے یوٹیوب پر خود کو رجسٹرڈ کرایا۔ ۲۰۱۲ میں وہائٹ ہاؤس کا چینل یوٹیوب پر سب سے زیادہ دیکھے جانے والے چینلوں میں ساتویں نمبر پر تھا۔ ۲۰۱۰ سے عرب ممالک میں شروع ہونے والے انقلابات میں بھی یوٹیوب کا بہت نمایاں کردار رہا۔ ''بہارِ عرب'' کے نام سے موسوم ان انقلابات پر گفتگو کرتے ہوئے معروف ماہر سماجیات فلپ این ہاورڈ نے یہ جملہ نقل کیا تھا کہ ''فیس بک احتجاجیوں کو منظم کرنے کے لیے ہے، ٹوئٹر ایک دوسرے سے رابطے میں رہنے کے لیے ہے اور یوٹیوب دنیا تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے ہے۔'' غرض یہ کہ سوشل میڈیا اور بالخصوص یوٹیوب پر ایک مستقل تحقیق ہوسکتی ہے کہ اس نے دنیا پر کس طرح اثر ڈالا ہے۔

شر کا منبع یا خیر کا سرچشمہ؟

ایک طرف یوٹیوب کی یہ بے پناہ افادیت ہے تو دوسری طرف اپنے دلوں میں تعمیر انسانیت کا جذبہ رکھنے والے مسلمان ہیں۔ ہمارے معاشرے میں یوٹیوب کو فحاشی، ننگے پن اور غلط کاریوں کا منبع سمجھا جاتا ہے۔ یوٹیوب پر جو کچھ مواد موجود ہے اس کی روشنی میں ہمارا یہ سمجھنا غلط بھی نہیں ہے۔ البتہ ہمیں اپنی سوچ میں اتنی ترمیم ہر حال میں

کرنی ہوگی کہ یوٹیوب شر کا ذریعہ ہی نہیں، خیر کا سرچشمہ بھی ہے۔ دنیا میں لاکھوں کروڑوں مسلمان ائمہ حرمین کی تلاوت، اپنے پسندیدہ علماء کے خطبات ومواعظ، اسلامی علوم کے دروس اور عالمی مسلم رہ نماؤں کے بیانات سے ہر لمحہ مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ کیا یہ معمولی فائدہ ہے کہ ہم روزانہ صبح اٹھیں اور حرمین شریفین کے مقدس مقامات کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں؟ یا اسی دن فجر میں پڑھے گئے قرآن سے روح کو تازگی پہنچائیں؟ کیا یہ چھوٹا نفع ہے کہ ماضی قریب کے مرحوم علماء ومفکرین کے تاریخی خطبات کو بہ آسانی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں؟ دینی ملی جذبہ رکھنے والوں کے لیے بھلا یہ فائدہ کس طرح چھوٹا ہوسکتا ہے کہ وہ جب چاہیں عالم اسلام کے حالات سے باخبر ہوجائیں؟

ایک اہم نکتہ

ہمیں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ سوشل میڈیا یا یوٹیوب کسی خدا اور سول پر ایمان رکھنے والے کی دین نہیں ہے۔ یہ بھی دوسری بہت سی ایجادات کی طرح خدا بے زار مغرب کی ایجادات میں سے ہے۔ معاشرے کے متعلق مغرب کا یہ نظریہ ہے کہ انسان کو اپنی خواہشات کی تکمیل یا اپنے خیالات کی ترسیل میں کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔ انسان جو چاہے دیکھے اور جو چاہے سنے۔ اس مرکزی سوچ کے تحت جب سوشل میڈیا کو تشکیل دیا گیا ہے تو اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ اسے ہر انسان اپنے مقصد کے لیے استعمال کرسکتا ہے۔ تخریب کار تخریب کاری کے لیے اور تعمیری ذہن رکھنے والے انسانیت کی تعمیر کے لیے۔ اگر ہم ان چیزوں کے مفاسد کو دیکھ کر انھیں اسلام کے خلاف سازش سمجھنے لگے تو ہم دنیا کے لیے ایک بڑے خیر کا دروازہ بند کردیں گے۔ لیکن شر کے علم بردار اپنا کام کرتے رہیں گے اور ایک دن وہ لوگ بھی شر کے گرویدہ ہوجائیں گے، جو آج اپنے دلوں میں خیر کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ پورے سوشل میڈیا اور بالخصوص یوٹیوب کو منظم انداز میں تعمیر انسانیت کے لیے استعمال کیا جائے۔ افسوس! کہ اب تک برصغیر کے اکثر مسلم

ادارے پیچھے، بلکہ انتہائی پیچھے ہیں۔ یہ ادارے اور تنظیمیں اپنی تمام مبارک سرگرمیوں کو روزانہ دنیا کے سامنے پیش کرسکتے ہیں۔ دنیا کو بتا سکتے ہیں کہ ہم کیا کرتے ہیں؟ ہمارا پیغام کیا ہے؟ ہمارے جینے اور سوچنے کا انداز کیا ہے؟ افسوس کہ وہائٹ ہاؤس، جہاں غلطی سے کوئی چوہا بھی نکل آئے تو پوری دنیا کا میڈیا اس کی خبر لینے پہنچ جاتا ہے، اس کو یوٹیوب کی اہمیت کا احساس ہے، لیکن ہمارے ادارے اور تنظیمیں، جن کے خیر کے تمام پہلوؤں کو میڈیا چھپا لیتا ہے اور دنیا کے سامنے نہیں پہنچنے دیتا، اُن کو اس قیمتی ذریعۂ ابلاغ کی کوئی قدر نہیں۔

مثبت استعمال کے امکانات

یوٹیوب کی افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ ہم اس آسان اور وسیع امکانات والے ذریعۂ ابلاغ کو مثبت انداز میں استعمال کریں۔ یہ استعمال غیر منظم طور پر نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہر چھوٹی بڑی تنظیم، جماعت، ادارے اور کمیٹی کو چاہیے کہ آپسی مشورے اور منصوبہ بندی کے ساتھ اس کا استعمال کرے۔ اس سلسلے میں ممکنہ اقدامات کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

۱۔ سب سے پہلے ہم یہ طے کریں کہ یوٹیوب کے چینل پر ہم کن کن موضوعات پر ویڈیو ڈالیں گے؟ کتنے وقفے سے ڈالیں گے؟ کس کس زبان میں ڈالیں گے؟ خود اپنی ویڈیو بنا کر ڈالیں گے؟ یا پہلے سے بنی ہوئی متفرق لوگوں کی ویڈیو ڈالیں گے؟

۲۔ اگر ہمارا ارادہ ہے کہ ہم اپنی ویڈیو بنا کر ڈالیں گے تو ہمیں ویڈیو بنانے کے لیے تمام لازمی چیزوں کا انتظام کرنا ہوگا۔ جیسے: کیمرہ، کیمرہ اسٹینڈ، ریکارڈنگ کے لیے مناسب مقام، کم سے کم اوسط درجے کا ماہر کیمرہ مین اور ویڈیو ایڈیٹر۔

۳۔ یہ تمام بنیادی چیزیں طے کرنے اور حاصل کرنے کے بعد ہمیں یوٹیوب پر ایک چینل بنانا ہوگا۔ چینل کا نام بھی سوچ سمجھ کر رکھنا چاہیے۔

۴۔ہمیں ایک ہی طرح کی ویڈیوز کے بجائے ویڈیوز کے موضوعات میں تنوع لانا ہوگا۔مثلاً ہر پیر کے دن ایک درس قرآن ڈالا جائے،اس کے اگلے دنوں میں بالترتیب درس حدیث،فقہی مسائل،تاریخ اسلام،حالات حاضرہ یا دیگر معاشرتی وتعلیمی موضوعات پر ویڈیوز عام کی جائیں۔

۵۔ہم تھوڑی محنت کر کے زیادہ سے زیادہ دل کش ویڈیو بنا سکتے ہیں اور اپنے چینل کے ذریعے دنیا تک پہنچا سکتے ہیں۔اس کے لیے ہمیں اُن موضوعات پر نظر رکھنی ہوگی،جو آج کل لوگوں کی گفتگو کا موضوع بنے ہوئے ہوں۔ایسے موضوعات کا انتخاب کر کے مناسب افراد کو اس موضوع پر گفتگو کی دعوت بھی دی جاسکتی ہے۔

۶۔ہم اپنے چینل کو انسانوں پر ہونے والے مختلف مظالم کے خلاف بھی مؤثر طریقے سے استعمال کر سکتے ہیں۔اس کے لیے کرنا یہ ہوگا کہ کسی ایک ظلم کو منتخب کر کے اُس کی تفصیلات ریکارڈ کی جائیں۔اس کے ساتھ اس کے خلاف بیس پچیس افراد کے دو دو احتجاجی جملے ریکارڈ کیے جائیں۔جب یہ ویڈیو عام ہوگی تو دنیا کو ظلم سے واقف بھی کرائے گی اور اس کے خلاف عوامی احتجاج کی خبر بھی دے گی۔

۷۔ یوٹیوب کو الیکٹرانک یا پرنٹ میڈیا کی دھاندلیوں کے خلاف بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔مثال کے طور پر ہم یہ طے کرلیں کہ ہر سنیچر کے دن پورے ہفتے میں چلنے والی کسی بڑی خبر کے متعلق میڈیا کے جھوٹے پروپیگنڈے کو عام کیا جائے گا اور اُس خبر کے متعلق مدلل حقائق بھی بیان کیے جائیں گے۔

۸۔دینی مدارس کے ذریعے یوٹیوب کے استعمال سے ایک وقت میں دسیوں فائدے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔مثال کے طور پر تفسیر،حدیث اور فقہ وغیرہ کے دروس کی ریکارڈنگ کر کے طلبہ کے ساتھ ساتھ پوری امت کو اِن مبارک علوم سے واقف کرایا جائے۔آئے دن ہونے والے اجتماعات کو عام کیا جائے۔ہفتہ واری بزموں کو عام کیا جائے،تاکہ دوسروں کے دلوں میں بھی حصول علم کا جذبہ پیدا ہو۔

اس طرح دنیا کو علومِ اسلامیہ سے واقفیت بھی ہوگی اور دنیا کو پتا بھی چلے گا کہ مدارس اسلامیہ کا نظام کیسا صاف ستھرا ہے۔

۹۔یونی ورسٹیوں کے مختلف شعبے بھی اپنے اپنے یوٹیوب چینل بنا کر دنیا کو اپنی علمی سرگرمیوں،لیکچرز اور جدید تحقیقات سے واقف کرا سکتے ہیں اور دنیا کے دوسرے کونے میں بیٹھے ہوئے شخص کی علمی پیاس بجھا سکتے ہیں۔اگر تمام یونیورسٹیوں کے تمام شعبے اپنے ہاں ہونے والے ڈاکٹریٹ کے مناقشوں کی ویڈیوز ڈال دیں تو علمی استفادے کا کتنا اچھا ماحول بن سکتا ہے۔

۱۰۔مختلف لائبریریوں اور مکتبوں کے ذمے داران اپنے چینل بنا کر دنیا کو اپنے ہاں موجود نادر مخطوطات،نایاب کتابوں اور نئی شائع ہونے والی کتابوں سے واقف کرا سکتے ہیں اور علم وتحقیق کی نئی راہیں ہموار کر سکتے ہیں۔

خلاصۂ گفتگو

ہم نے یوٹیوب کے استعمال کے چند امکانات بیان کیے ہیں۔ان میں سے کوئی بھی نکتہ ایسا نہیں ہے،جس کے لیے بھاری رقم یا انتھک جدوجہد کرنی پڑے۔تھوڑی کوشش اور معمولی پیسوں سے یہ عظیم فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ضرورت صرف فکر کی ہے۔اگر ہم اس مثبت انداز سے اس اہم ذریعۂ ابلاغ کا استعمال کرنا شروع کردیں تو ان شاء اللہ بہت جلد اس کے اچھے نتائج ظاہر ہونا شروع ہوجائیں گے۔ ہماری مانیں تو سوشل میڈیا اور بالخصوص یوٹیوب اللہ تعالیٰ کے انعامات اور تعمیری مواقع میں سے ایک ہے۔اگر ہم نے ان مواقع کو استعمال نہ کیا،ان سے دوری بنائے رکھی اور انہیں منفی نظر سے ہی دیکھتے رہے تو ہم خود کو انسانیت کی تعمیر کے نہایت اہم ذریعے سے محروم کرلیں گے۔کسی گلی میں عطر بیچنے والے،غلاظت پھیلانے والوں سے ناراض ہو کر اپنی اپنی دکانیں بند کر کے بیٹھ جائیں تو کیا ہوگا؟ گلی میں غلاظت اور بدبو کے سوا کچھ نہ ہوگا۔□□□□

واٹس ایپ گروپ: کتنے مفید، کتنے مضر؟

مولانا محمد اعظم ندوی

(استاذ: المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

واٹس ایپ (WhatsApp) اسمارٹ فونز کے لئے ایک ملکیتی کراس پلیٹ فارم اور فوری پیغام رسانی کے لیے ایک خدمت ہے۔کمپیوٹنگ (computing) میں کراس پلیٹ فارم (platform-cross) یا متعدد المنابر (multi-platform) ایک وصف ہے جو سوفٹ ویئر یا کمپیوٹنگ کے باہمی عملدرآمد (Inter-operate) کے طریقوں اور تصورات پر مبنی ہے۔اس کے ذریعہ ٹیکسٹ پیغام رسانی کے علاوہ صارفین ایک دوسرے کو تصاویر، ویڈیو، اور صوتی پیغامات بھی بھیج سکتے ہیں۔ یہ اکثر اسمارٹ فونز جیسے گوگل اینڈرویڈ، بلیک بیری، ایپل وغیرہ کے لیے دستیاب ہے۔

واٹس ایپ کی بنیاد دو سابقہ یاہو ملازمین ''جین کوم'' اور ان کے ساتھی ''برائن ایکٹن'' نے رکھی۔دونوں نے ستمبر ۲۰۱۴ء کو یاہو کی ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد جنوبی امریکہ کا دورہ کیا اور یہاں فراغت کا وقت گزارا۔اس دوران انھوں نے فیس بک میں ملازمت کے لیے دوخواست بھیجی جس کو قبول نہیں کیا گیا۔اسی دوران ۲۰۰۹ء میں جین کوم نے اپنے لئے آئی فون خریدا، اور اس میں موجود ایپ اسٹور سے بہت متاثر ہوئے۔ یہیں انھیں خیال آیا کہ صرف انٹرنیٹ کو استعمال کرتے ہوئے آپس میں اسٹیٹس شیئر کرنے کیلئے ایک ایپ بنائی جا سکتی ہے جو موبائل فون میں انقلاب پیدا کردے گی۔اپنے ایک دوست کے مشورے سے انھوں نے ایک روسی موبائل ڈویلپر ''آئیکو سولومینکوف'' سے رابطہ کیا اور فوراً ایپ کا نام واٹس ایپ تجویز کیا، یہاں پر جین کوم نے اپنی سالگرہ کے دن امریکی ریاست کیلیفورنیا میں واٹس ایپ ان کارپوریشن کی بنیاد رکھی۔

اس کی مقبولیت کی بڑی دلیل ہے کہ ۱۹/فروری، ۲۰۱۴ء کو سماجی روابط کی مقبول ترین ویب سائٹ فیس بک امریکہ نے اعلان کیا کہ وہ موبائل پر پیغام رسانی کی اس مقبول اپلیکیشن کو ۱۹/ارب ڈالر کے عوض حاصل کر رہی ہے۔واٹس ایپ اس وقت دنیا کی سب سے مقبول موبائل انٹرنیٹ میسجنگ سروس ہے۔فروری/ ۲۱۰۶ء میں وٹس ایپ نے اعلان کیا ہے کہ اس کے ماہانہ فعال صارفین کی تعداد ایک ارب سے تجاوز کر چکی ہے، یعنی اس وقت دنیا میں ہر ساتواں انسان واٹس ایپ کا صارف ہے۔

واٹس ایپ کی ایک اہم سروس اس پر گروپ بنانے کی سہولت ہے، ایک گروپ میں اب ۲۵۶ افراد تک شامل کیے جا سکتے ہیں، اور کچھ ایسے طریقے بھی ہیں جن کے زریعہ ۵۰۰۰ سے زیادہ ممبران بھی ہو سکتے ہیں، لیکن عام طور سے لوگ اس سے واقف نہیں، ہم یہاں اسی واٹس ایپ گروپ بندی کی افادیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے بعض ممکنہ فوائد کا ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے مضر استعمال اور اثرات پر گفتگو کریں گے:

فوائد اور ممکنہ مثبت نتائج:

ایک واٹس ایپ حلقہ ہمارے لیے دوستوں کی بے تکلف بات چیت کی نشست، باہمی گفت وشنید کی مجلس، ادبی محفل، مذاکرات کی ڈسک، اظہار خیال کا اسٹیج، خبروں کی گیلری، تبصروں کی میز، کتب خانہ کی خاموش فضا، احتجاج کا پلیٹ فارم، خاندان کا مجمع، دعوت کا میدان اور نہ جانے کیا کیا کچھ فراہم کرتا ہے، لیکن کوئی ایک حلقہ بیک وقت ان سب خصوصیات کا حامل نہیں ہو سکتا، واٹس ایپ اس وقت ہر ایک کی پسند، اور ہر ایک کا مشغلہ ہے۔

ہم ہوئے، تم ہوئے، کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

لیکن ہر حلقہ کے علیحدہ مقاصد اور اس کی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں، بہتر نتائج کے لیے ان کا لحاظ ناگزیر ہے۔اگر درج ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے تو ہم واٹس ایپ

گروپز کو مفید اور ثمر آور بنا سکتے ہیں:

۱۔گروپ بنانے میں یا اس میں شمولیت میں اجر وثواب کی نیت کرنا، نیز گروپ کے واضح مقاصد کا تعین کردینا، اور ان پر حتی الامکان احسن اسلوب کے ساتھ قائم رہنا، اور ادارت کے فرائض ذمہ داری کے ساتھ انجام دینا کہ کسی ایڈمن کی طرف سے مناسب انداز کی تنبیہ کسی غیر متعلق پوسٹ پر ضرور آجائے۔

۲۔کسی گروپ میں کسی کو بلا اجازت شامل نہ کرنا، نیز غیر محرم مرد وزن کو ایک ساتھ شامل نہ کرنا۔

۳۔بامقصد باتوں اور قیمتی نصائح کو عام کرنا، چونکہ اطاعت قریب کرتی ہے، اور گناہ دوریاں پیدا کرتا ہے،لطیف نکتہ بیان کرنا، یا سلیقہ مندی سے مزاح کرنا اس سے مستثنی ہے۔

۴۔احترام باہمی کا لحاظ، سلام سے آغاز، غیبت اور ”ھمز و لمز“ سے حد درجہ اجتناب کرنا، گروپ ممبر میں کسی کو شرمندہ کرنے سے بچنا۔

۵۔ ہر چھوٹی بڑی بات کا تعاقب اور اس پر قیل وقال کرنے کی بجائے تغافل برتنا، تغافل اور اغماض کو نصف عقل بتایا گیا ہے۔

۶۔وقت قیمتی سرمایہ ہے، ہمیشہ خیال رہے کہ واٹس ایپ یا کسی بھی سوشل میڈیا پر استعمال ہونے والا ہمارے وقت کا دورانیہ تلاوت واذکار اور دوسرے ضروری کاموں کے لیے مخصوص کیے گئے وقت سے بڑھنے نہ پائے ورنہ یہ متاع غرور کا سودا اور سود وزیاں کی کشمکش کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اب ہم یہاں واٹس ایپ حلقوں کے کچھ مضر اثرات پر گفتگو کریں گے:

دینی اور اخلاقی نقصانات:

۱۔واٹس ایپ حلقوں میں شمولیت اور سرگرم شرکت آپسی نا اتفاقی کا سبب بن رہی ہے، کبھی ہم منفعل اور جذباتی ہوتے ہیں، اور اپنے دوستوں کو اس طرح جواب دیتے

ہیں کہ اگر وہ سامنے ہوتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے، اور یہ چیز بدگمانی اور رنجش کا سبب بنتی ہے۔

۲۔ان میں انہاک فرائض کی ادئیگی، یا ان میں تہاون اور کوتاہی کا سبب بن رہا ہے۔

۳۔دوسروں (وہ بھی عظیم شخصیات اور عظیم اداروں) کے بارے میں بے محابہ تبصرے یا بیمار تنقیدیں کبھی کبھی اہانت، غیبت اور چغلخوری جیسے گناہوں میں ملوث کر رہی ہیں۔

۴۔لوگوں کی تصویریں ان کی اطلاع کے بغیر اور ان کی مرضی کے خلاف پوسٹ کی جارہی ہیں، یہ عمل ان کے لیے بسا اوقات سوہان روح ہوتا ہے۔

۵۔نامناسب تصویریں اور ویڈیو کلپس اچھے اچھے لوگ بھی ارسال کر رہے ہیں ،اگرچہ ان کا مقصد غلط نہیں ہوتا لیکن مقصد کی پاکیزگی وسائل کے استعمال میں آزادی نہیں دیتی۔

۶۔دینی پیغامات میں کسی قسم کی تحقیق کی ضرورت عام طور سے نہیں سمجھی جاتی، یا ان کی تحقیق زبردستی اہل حلقہ پر تھوپی جاتی ہیں، وہ بھی ان کو سنجیدگی سے لئے بغیر دو لفظ لکھ کر اپنی استاذی کا لوہا منوانے کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

۷۔دوسروں سے مباحثہ کی نوبت آجائے تو بڑے چھوٹوں کی تمیز، اور زبان کی حفاظت کا خیال نہیں رہ جاتا، بعض لوگوں کے بے جا تبصروں سے اشتعال کے ردعمل میں بھی زبان بے قابو ہوجاتی ہے اور حیثیت عرفی مجروح ہوتی ہے۔

۸۔افشائے راز، عشوہ وناز، بھونڈے مذاق ناپسندیدہ عادتیں بھی اس راہ سے جنم لے رہی ہیں، نیز خواتین کے مخصوص گروپس ان کے شوہروں کی زد سے محفوظ نہیں۔

۹۔سستی شہرت حاصل کرنے کا شوق کبھی کبھی ہمیں اپنی کسی معمولی پوسٹ پر بار بار لوگوں کی توجہ مبذول کرانے پر ابھارتا ہے کہ احباب اپنی رائے عالی سے ضرور نوازیں، یعنی صاف لفظوں میں کھل کر تعریف کریں یا کم از کم تعریف کے لیے مخصوص ایموجی **EMOJI** (یہ ایک جاپانی لفظ ہے، جو رمزی تصویروں کی شکل میں ہوتا ہے، اسے دو لفظ سے تراشا گیا ہے، **e** کے معنی تصویر اور **moji** کے معنی حرف یا رمز

وعلامت) کا استعمال کریں۔

۱۰۔بعض گروپز نے چور مارکٹ کی شکل اختیار کرلی ہیں، ہر قسم کا نقلی، جعلی اور دو نمبر مال وہاں دستیاب ہوتا ہے، جس کو بغیر تحقیق کے آگے بڑھانا کبھی کبھی قانونی مسائل بھی پیدا کرسکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

تہذیبی اور معاشرتی نقصانات:

۱۔خانگی تعلقات کمزور پڑرہے ہیں، آپ گھر میں کسی واٹس اپی کو روکنا چاہیں وہ پسند نہیں کرے گا، سب کے اپنے حلقے ہیں، سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بے خبر۔

۲۔علمی وتحقیقی معیار متاثر اور تعلیمی ماحول رفتہ رفتہ ختم ہورہا ہے۔

۳۔فراغت کے اوقات کا بے جا استعمال ہورہا ہے، بلکہ بسا اوقات کام کے اوقات کا بھی اپنی اوقات کے اندر بھی اور اپنی اوقات سے بڑھ کر بھی، اسی طرح مبالغہ اور افواہوں کی زد سے بچنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔

۴۔زمان ومکان کی حرمت کا پاس ولحاظ نہ ہونا۔

۵۔بعض اخلاقی قدریں جیسے سچائی اور امانت وغیرہ کی پامالی۔

۶۔بلا لحاظ مسلک ومشرب، اور دین ومذہب کسی کے ساتھ کسی مخصوص نیت سے دوستی کرلینا برا نہیں، اور اکثر فائدہ سے خالی نہیں، لیکن بلا لحاظ جنس وعمر ہر ایک کو ایک ہی گروپ میں شامل کرلینا برائیوں کے مواقع بڑھا دیتا ہے، ایسے واقعات بھی رونما ہورہے ہیں کہ ایک گروپ میں شامل کسی جنس مخالف کا نمبر علیحدہ سیو کرکے اس سے ذاتی گفتگو کے لیے پینگیں بڑھائی گئیں، اور اس اختلاط کا انجام بخیر نہیں ہوا۔

۷۔ہماری دنیا ہماری یہ حقیقی دنیا ہے جس سے ہم واقف ہیں، کبھی انجان لوگ ہمیں "سب کا ساتھ سب کا وکاس" کا جھانسہ دے کر اپنے گروپس میں بلا تعارف شامل کرلیتے ہیں، اور ایک فرضی دنیا بسانے پر مجبور کرتے ہیں جس کی عمر بہت مختصر اور جس کا

ساتھ بہت بے کیف ہوتا ہے، بدگمانی اور غیظ وغضب کو جنم دیتا ہے۔

۸۔بعض حلقے ہماری ثقافت اور مذہبی ترجیحات پر کاری ضرب لگاتے ہیں۔

۹۔عام طور سے واٹس ایپ حلقوں پر اگر کوئی بات غیر متعلق ہوتی ہے تو کئی لوگ اس کی تردید کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں، حالانکہ بیچارہ بھیجنے والا خود شرمندہ ہوتا ہے، اس لیے اس کے شخصی نمبر پر رابطہ کرکے اسے متنبہ کرنا چاہیے، کسی کی ایسی تنقید کہ اس کو فضیحت اٹھانی پڑے اسلام میں پسندیدہ نہیں، اور کان پکڑ کے اس کو نکالنے کی کاروائی بھی بار بار کی تنبیہہ کے بعد ہونی چاہئے، ورنہ ایسے لوگ خود کو سماجی بائیکاٹ کا شکار سمجھنے لگتے ہیں، حالانکہ واٹس ایپ حقیقی دنیا نہیں۔

۱۰۔کچھ چیزیں بعض لوگوں کو غیر اہم معلوم ہوتی ہیں، اس کی وجہ سے انہیں بے لاگ تنقید نہیں کرنی چاہیے، ہوسکتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے لیے مفید ہوں، اس سے بڑی دل شکنی ہوتی ہے۔

۱۲۔گروپ میں اپنی ذاتی دلچسپیوں، خانگی مسائل، سفر وحضر کی تفصیلات، لن ترانی یا قصۂ طولانی سے گریز کرنا چاہیے، یاد رکھیں سب لوگ آپ کے یکساں خیر خواہ نہیں، یا ان کو آپ کی ذاتی زندگی سے دلچسپی نہیں، خواہ مخواہ اس سے بعض لوگ آپ سے بیزار رہتے ہیں، اور رفتہ رفتہ آپ کی چیزیں دیکھتے ہی حرف غلط کی طرح مٹا دیتے ہیں۔یاد رکھیں یہ گروپ آپ کی ذاتی ڈائری یا آپ بیتی کی کتاب نہیں۔

۱۳۔بسا اوقات گروپز میں دو چار لوگ ذاتی گفتگو شروع کردیتے ہیں، جس سے ان کی بے حسی اور ناسمجھی کی دلیل مل جاتی ہے، اور ان سے بھی بے وجہ نفرت سی ہونے لگتی ہے، ہاں گروپ ممبران ان کی گفتگو کو کسی امتیاز کی وجہ سے پسند کرتے ہوں تو پھر بہتر ہے۔

۱۴۔گروپ میں جیسے ہی شامل کیا جائے بعض لوگ فورا نکل جاتے ہیں، پہلی غلطی تو بے اجازت کسی کو گروپ میں شامل کرنا ہے، لیکن اس کو مسترد کردینا بھی مناسب نہیں، بلکہ مناسب عذر بیان کرکے الوداع لینا اعلیٰ اخلاقی کا ثبوت ہے۔

۱۵۔گروپز میں کسی مصیبت زدہ کی تصویر بھیجنے سے اجتناب ضروری ہے، اسے اس کے اہل خانہ پسند نہیں کرتے، ہاں اگر اس کا مقصد احتجاج درج کرانا یا اس کے تعاون کی مہم چلانا ہو تو پھر مستحسن ہوگا۔

۱۶۔کبھی پہلے سے کسی موضوع پر بات چل رہی ہوتی ہے، اچانک ہم ہویدا ہوں تو ہمیں قطع کلامی سے بچنا چاہیے، انتظار کر کے اور گفتگو کا رخ سمجھ کر کوئی بات کہنا دانشمندی کی بات ہے، ورنہ اسے بھی بے جا مداخلت تصور کیا جاتا ہے جو عام زندگی میں بھی پسندیدہ نہیں۔

۱۷۔گروپز میں بے وجہ جو جی میں آیا شیئر کرتے جانا مناسب نہیں، سب کا وقت ضائع ہوتا ہے، گروپ کے مقصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے مواد بھیجنا ضروری ہے، ورنہ یہ ایسی ہی حماقت کی بات تصور کی جاتی ہے جیسے کسی مجلس میں کوئی بالکل غیر متعلق بات کہہ دینا۔ پیامات کے انتخاب میں ذہانت اور حسن ذوق سے کام لینا چاہیے، اگر آپ کے دل میں یہ آئے کہ گروپ کے ممبران کو اس میسیج کی ضرورت نہیں، یا ان کے معیار سے فروتر یا برتر ہے، یا ہوسکتا ہے میں اب واٹس ایپ سے جڑا ہوں یہ میسج پہلے آچکا ہو تو شیئر کرنے سے گریز بہتر ہے، اطمینان رکھیں کہ وہ مواد اگر اتنا ہی اہم معلوم ہو رہا ہے تو آپ اپنا تعاون نہ دیں تو بھی وہ کہیں نہ کہیں سے پہونچ ہی جاتا، اس لیے خاص طور سے مدارس سے مربوط افراد کو اس سلسلہ میں اپنی حیثیت عرفی کا خیال رکھنا چاہیے۔

بعض لوگ گروپ کی بجائے براڈ کاسٹ سے ڈسٹرب کرتے ہیں، اور آپ دسیوں بار جس میسج کو دیکھ چکے وہ بھیجتے چلے جاتے ہیں، اس کی وجہ سے بھی واٹس ایپ کی فعالیت متاثر ہوتی ہے، لوگوں کا فون اسٹک ہوجاتا ہے، بیٹری کوما میں چلی جاتی ہے، اس کا خیال بھی ضروری ہے۔

بایں ہمہ یہ ایک انتہائی مؤثر ذریعہ ہے، ابھی چند سالوں پہلے ہمیں اپنی بات لوگوں کی ایک مخصوص تعداد تک پہونچانے کے لیے بے انتہا پیسوں اور وقت کی ضرورت

ہوا کرتی تھی، اللہ تعالی نے ہمیں ایسا سہل الحصول، اور سہل الوصول ذریعہ عطا فرمایا ہے کہ حق وصداقت کی بات بآسانی ہم ایک دوسرے تک پہونچا سکیں، واٹس ایپ گروپز سے ہر عمر کے لوگوں کا ربط اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اب اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی بجائے ان کے مفید استعمال پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے، اب یہ مسئلہ نہیں، مسئلہ کا حل ہے، درد نہیں، دوا ہے، غالب نے کہا ہے۔

عشرتِ قطرہ ہے، دریا میں فنا ہوجانا
درد کا حد سے گذرنا ہے، دوا ہوجانا

□□□□□

بقیہ ،ویب سائٹ۔۔۔۔ اور اس طرح سے ہو نہ ہو کہ ضیاع وقت کا سامان بن جائے۔

نیوز گروپ سے متعلق چند ضروری اصول

(۱) گروپ میں شرکت کی آزادی ہو، تاکہ خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کرے۔

(۲) گروپ کے اڈمن (منتظم) صاحب علم وفضل اور باوقار شخص ہوں اور پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنی ڈیوٹی کو انجام دیں۔

(۲) آداب گفتگو کا التزام کیا جائے اور حسن اخلاق سے پیش آیا جائے، نیز غلط اور برے Comment سے پرہیز کیا جائے۔

(۴) خراب گروپ سے دور رہیں، اسی طرح ملحدانہ عقائد، اور افکار وخیالات پھیلانے والوں کے گروپ سے کنارہ کش رہیں۔

گروپ کے اڈمن (منتظم) کے لئے ضروری ہے کہ جہاں کہیں شرعی مخالفت نظر آئے وہاں فوراً اس کے خلاف کارروائی کریں، اگر صحیح نہج سے ہٹے تو متنبہ کریں اور پھر بھی نہ مانے تو مصلحت کو دیکھتے ہوئے گروپ سے باہر نکال دیں۔ □□□□□

دعوتی مقاصد کے لئے فیس بک کا استعمال

عربی سے ترجمانی:
فاخر صبا (متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء)

فیس بک آپسی تعارف اور اجتماعی ملاقات کا ایک ذریعہ ہے، انٹرنیٹ کی دنیا میں ایک اہم ویب سائٹ اسکو مانا جاتا ہے، فروری 2004 میں اس کا ایجاد ہوا، اس سائٹ کے استعمال کرنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے، ایک محتاط اعداد وشمار کے مطابق ستمبر 2006 سے لیکر ستمبر 2007 تک ایک سال کے عرصہ میں اس ایپ کو استعمال کرنے والوں کی تعداد چھ کروڑ چالیس لاکھ (64 ملین) رہی ہے۔

فیس بک کی طرف عام لوگوں کے رجحان اور ذوق وشوق کو دیکھتے ہوئے اس بات کی شدید ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کے استعمال سے تعلق سے کچھ اہم ہدایات سے قارئین کو واقف کرایا جائے، جن کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) فیس بک ایک ایسا سائٹ ہے، جس کا نیٹ ورک پوری دنیا میں پر چھایا ہوا ہے، اس کے اندر بہت کچھ خوبیاں بھی ہیں اور برائیاں بھی، یہ خیر وشر دونوں کا مجموعہ ہے، اس لئے مطلق یہ کہہ دینا صحیح نہیں ہوگا کہ یہ تو محض شر وفساد کا سرچشمہ ہے، اب یہ استعمال کرنے والوں کے اختیار میں ہے کہ درست استعمال کر کے خیر وصلاح کی نشر واشاعت کا فریضہ انجام دیں یا اس کے غلط استعمال سے شر وفساد کی تبلیغ کریں۔

(۲) اس سائٹ کو استعمال کرنے والوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان تمام اصول وضوابط کا پاس ولحاظ رکھیں جو فیس بک کمپنی نے جاری کئے ہیں تا کہ بے اصولی کے نتیجہ میں پریشانی کا سامنا نہ ہو۔

(۳) اس بات سے محتاط رہیں کہ کہیں آپ کو فیس بک کی لت نہ لگ جائے،

کیونکہ جب اس کی لت لگ جاتی ہے تو آدمی طرح طرح کی پریشانیوں سے دو چار ہوتا ہے، ہم یہاں قدرے تفصیل سے فیس بک کے کثرت استعمال کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اثرات کا ذکر کرتے ہیں۔

(۴) فیس بک سے کبھی آسودگی نہیں ہوتی اور جسے اس کا چسکا لگ گیا اس کا اچھا خاصہ وقت اسی میں ضائع ہوجاتا ہے، اسے اجتماعی زندگی اور گھریلو ذمہ داریوں سے ایک طرح کی وحشت پیدا ہوجاتی ہے۔

فیس بک کے استعمال سے پہلے انسان جن بہتر مصروفیات میں لگا ہوتا ہے اس سے ایک طرح کی بے توجہی اور غفلت ہوجاتی ہے۔ مسلسل نیٹ کے استعمال سے جب اس کا ذہن ودماغ تھک جاتا ہے تو وہ بہت لمبے وقفے تک دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو کر دنیا میں غرق رہتا ہے۔

نفسیاتی امراض کا شکار ہوجاتا ہے مثلاً بدن میں کپکپاہٹ پیدا ہوجاتی ہے، انگلیوں میں تھرتھراہٹ ہوجاتی ہے، اور جب کبھی نیٹ اور کمپیوٹر کی سہولیات میسر نہیں آتی تو بے چین ہوجاتا ہے اور یہ چیز اس کے لئے ذہنی اذیت کا سبب بنتی ہے۔

اسی عادت کے نتیجے میں نیٹ اور فیس بک اس کا موضوع حیات بن جاتا ہے، وہ جہاں جاتا ہے، جس سے بھی ملتا ہے اسی کا تذکرہ کرتا ہے۔

فیس بک کی لت لگنے سے کیسے اپنے آپ کو بچایا جاسکتا ہے؟

فیس بک کے استعمال کے لئے یومیہ صرف آدھے گھنٹے کا وقت نکالا جائے، جب استعمال شروع کریں تو سامنے ایک الارم گھڑی رکھ لی جائے تا کہ وقت گذرتے ہی چوکنا ہوجائیں اور فیس بک سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔

روزانہ اپنا محاسبہ کیا جائے کہ فیس بک کے استعمال سے ذاتی طور پر کیا فائدہ ہوا۔

نظام الاوقات بنایا جائے سونے، بیدار ہونے اور دیگر ضروریات کے انجام دہی کے لئے ایک وقت متعین ہو۔

(۴) اس سائٹ کے استعمال کے دوران ہر قسم کے لوگوں سے آپ کا تعارف ہوتا ہے اور غلط صحیح ہر طرح کی تصاویر بھی اس میں نشر کی جاتی ہے، ایسے مواقع پر آپ کے سامنے یہ خدائی اصول رہنا چاہئے ''قل للمؤمنین یغضون من ابصارہم'' اے نبی آپ مسلمان مرد وعورت سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو پست رکھیں اور اپنے شرم گاہ کی حفاظت کریں۔

(۵) آپ اس سائٹ کے ذریعہ کسی کی پگڑی اچھالنے کے درپے نہ ہوں، کسی کی عزت وناموس سے نہ کھلیں اور نہ ہی کسی کی ٹوہ میں پڑیں، کیونکہ یہ سب ایسی حرکتیں ہیں جو ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتی اور شریعت کا حکم بھی یہی ہے۔ ''ولا تجسسوا'' کہ کسی کی ٹوہ میں نہ پڑو، اور ارشاد ہے ''المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ'' مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھوں اور زبان کے شر سے اس کا مسلمان بھائی محفوظ رہے۔

(۶) فیس بک ایک بڑا موقع فراہم کرتا ہے طلباء و ادباء داعیوں اور باا ثر شخصیات سے براہ راست رابطہ کا اور ان کی معلومات وتجربات سے استفادہ کا اور اسی طرح دین کی دعوت وتبلیغ کے میدان میں اس سائٹ کے مدد سے ایک بڑا کام انجام دیا جا سکتا ہے۔

(۷) اسی طرح فیس بک انٹرنیٹ کی دنیا کا ایک ایسا سائٹ ہے جس میں سب سے زیادہ تصاویر نشر کی جاتی ہے اور روزانہ تقریباً ۱۴ ملین تصاویر نشر ہوتی ہیں، یہاں پر ہماری ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ ہم ہر ممکن غیر مناسب اور حرام تصاویر سے احتراز کریں اور ذہن ودماغ کو بے فرحت بخش تصاویر کو شائع کریں۔

(۸) فیس بک ہمیں احساسات وخیالات کے اظہار کا بھی موقع دیتا ہے، ہمیں اس موقع کا درست استعمال کرنا چاہئے، غیر مناسب اور لغویات سے گریز کرتے ہوئے مفید اور کار آمد چیزوں کو ارسال کریں، احادیث نبوی، علماء وحکماء کے اقوال زریں دوسروں تک پہنچائیں۔

ویب سائٹ، ای میل اور نیوز گروپ

دعوت کے چند اہم ذرائع

عربی سے ترجمانی:

فہیم اختر (متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء)

سوشل میڈیا کی پیدائش سے جہاں دنیا ایک قبیلے اور خاندان کی شکل اختیار کر چکی اور معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا، وہیں اسلام کے پیغام سے دنیا کو روبرو کرانے اور اس کی نشر واشاعت، تشریح وتفہیم میں ایسی آسانی پیدا ہوگئی کہ جس کے ذریعہ بآسانی انقلاب برپا کر سکتے ہیں، ذیل کی سطروں میں چند اہم طریقے ذکر کرتے ہیں جن کے ذریعہ دین کی راہ میں فائدہ اٹھانا ہمارے لئے ممکن ہوسکتا ہے:

(۱) Web Site (ویب سائٹ بنانا)

آج کے دور میں ویب سائٹس کو خدمت دین کا بہترین ذریعہ اور اہم وسیلہ بنایا جا سکتا ہے، ویب سائٹس کا مقصود بھی یہی ہے کہ دینی ودنیوی کے ماہرین خیر کی راہ میں فائدہ اٹھائیں، اور خیر کے فروغ کے لئے اسے استعمال لائیں، دعوتی مقاصد کے لئے ویب سائٹس بنانے میں درج ذیل امور ضروری ہیں۔

۱۔ ویب سائٹس بنانے سے پہلے ایک تحقیقی جائزہ لیا جائے، اور ویب سائٹس کے اہداف ومقاصد، طریقۂ کار اور لوگوں میں اس کی ضرورت اور ویب سائٹس کے فائدے متعین کئے جائیں، اور ایسے نام کا انتخاب کیا جائے جس نام سے ویب سائٹس پہلے سے موجود نہ ہوں، اس لئے کہ بہت سے ویب سائٹس ایسی ہیں جن کے نام یکساں ہیں لیکن ان کا مواد مختلف ہے۔

۲۔ سائٹ کسی شرعی ٹیم یا جماعت یا کم از کم کسی عالم کی کی نگرانی ہوتا کہ ویب

سائٹس شریعت کے مزاج کے مطابق ہوں۔

۳۔ ویب سائٹس ممکن حد تک مستقل بالذات ہوں، اور اس کا تعلق کسی اسلام سوز اور اخلاق سوز سائٹس سے نہ ہوں جو برائی کی طرف آمادہ کریں، اس لئے کہ بسا اوقات دینی امور کے ساتھ فحش اور گندی تصویریں بھی ہوتی ہیں۔

(۲) E.Mail (ای میل کا استعمال)

یہ انٹرنیٹ کی دنیا کی خاص اور مشہور سہولت ہے جس سے دنیا کی ممکن بڑی تعداد وابستہ رہ کر اپنے مقاصد کو بروئے کار لاتے ہیں، کیا ہی بہتر ہوگا دعوت وتبلیغ اور اسلام کے پیغام کو عام کرنے میں اس سے بھی استفادہ کیا جائے۔

(۱) اس کے لئے مضمون اور میسیج مسلم وغیر مسلم کو شیئر کرنا تاکہ غافل مسلمان متنبہ ہوجائے اور غیر مسلم تک دعوت الٰہی کا پیغام پہنچ جاتے، جس سے اسلام کے متعلق اس کے ذہنوں سے شکوک وشبہات بھی دور ہوجائیں۔

(۲) اس کا استعمال علماء، طلباء کے مراسلہ اور دینی سوالات کے جوابات دینے کے لئے استعمال کریں، جب کہ عورتیں بھی سوالات پیش کرنے کے لئے **E.Mail** کا استعمال کرسکتی ہیں۔

E.Mail کا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے مدعو تک جلد از جلد پیغام پہنچ جاتا ہے، اس لئے مراسلہ یا خیر الکلام ماقل ومادل کا اصول مدنظر رکھنا چاہئے، کیونکہ کہ طویل مراسلہ ہونے کی وجہ سے اسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔

(۳) نیوز گروپ

نیوز گروپ میں شامل ہوکر دعوت کا کام انجام دے سکتے ہیں، اس کے لئے نیوز گروپ بنایا جائے اور اس میں دعوتی، اسلامی یا کسی اہم موضوع کو موضوع بحث بنایا جائے، پھر **Comment** کا اختیار دیا جائے۔

نیوز گروپ قائم کرکے اس کے استعمال کی ترغیب دلائیں۔۔۔باقی ص 93 پر

سوشل میڈیا کی اخلاقیات

ڈاکٹر مولانا عنایت اللہ وانی ندوی
اسسٹنٹ پروفیسر (عربک) (ڈوڈہ، جموں وکشمیر)

سوشل میڈیا دودھاری تلوار کی مانند ہے جو ناقابلِ تصور حد تک خیر وشر کا مجموعہ بن گیا ہے جس نے خیر وشر کی تمام دوریوں کو نزدیکیوں میں تبدیل کردیا ہے، خلوت وجلوت کے پیمانے بدل دیئے ہیں، ناممکن الحصول چیزوں کو صرف ممکن الحصول ہی نہیں بلکہ بہت ہی زیادہ سہل الحصول بنادیا ہے، اور ہر کس وناکس کی کسی بھی چیز تک رسائی کو نہایت آسان بنادیا ہے، تعلیم وتعلم، تبادلۂ معلومات، افکار ونظریات کی تبلیغ وتشہیر اور پوری دنیا کے حالات وواقعات اور اخبار سے آگہی کی مسافتوں کو بھی سمیٹ دیا ہے، اس کا استعمال اب خاص طور پر نوجوانوں کے لئے ایک چیلنج اور امتحان بن گیا ہے، جہاں نفسِ امارہ کے ہوتے ہوئے اور خوفِ خدا اور خوفِ آخرت کے نہ ہوتے ہوئے بگڑنے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ہزاروں نوجوانوں کی نوجوانیاں بے راہ روی اور شیطانی چالوں کا شکار ہوجاتی ہیں، اور اگر عزمِ مصمم کے ساتھ انتہائی درجہ کی احتیاط وتدابیر نہ اختیار کی گئیں تو اس کا استعمال اسفل السافلین تک پہنچادیتا ہے، کیونکہ ان گنت لوگ انٹرنیٹ کو ذریعہ بنا کر صرف اسی لئے کوشاں ہیں تاکہ نوجوان نسل کو اخلاقی اعتبار سے بالکل کھوکھلا کردیا جائے جس کے بعد وہ دنیا میں کوئی بھی تعمیری کام کرنے کے لائق نہ رہ سکیں، سوشل میڈیا کے خطرات اور تباہ کاریوں کا اندازہ ان نوجوانوں کے ذریعہ بخوبی کیا جاسکتا ہے جو اس کے شر کے جال میں پھنس چکے ہوتے ہیں، جو ہر وقت معلومات حاصل کرنے کے نام پر تباہ کن ویب سائٹوں کا مشاہدہ کرکے دل ودماغ کو مفلوج کردیتے ہیں، دور حاضر میں دینی وسعت اور انداز فکر میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ بڑی

باریک بینی کے ساتھ مصالح اور مفاسد میں امتیاز کرنا نہایت ضروری ہے اور سوشل میڈیا کے خیر سے فائدہ حاصل کرنے اور اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان نہایت حزم واحتیاط، شر کے مقابلہ میں ارادہ کی قوت اور قوی ایمان وایقان کے ساتھ اس کا استعمال کرے، ورنہ کوئی بھی انسان اس کے شر سے محفوظ نہیں رہ سکتا ہے، ان نوجوانوں کے لئے جو سوشل میڈیا کی تباہ کاریوں کا احساس رکھتے ہیں اور اس کے شرور وفتن سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں ان کے لئے مندرجہ ذیل سطور میں مختصر طور پر بعض بنیادی اصول وآداب بیان کئے جارہے ہیں، جن پر عمل کرنے کی صورت میں بے راہ روی اور اخلاقی بگاڑ سے کافی حد تک بچا جاسکتا ہے:

۱: سب سے پہلے سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کے شر اور تباہ کاریوں کا ادراک کرلینا ضروری ہے، کیونکہ کسی بھی چیز کے نقصانات اور ضرر سے واقف ہونے کے بعد ہی اسکے ضرر سے بچا جاسکتا ہے، اور اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھا جائے کہ اس کے غلط استعمال کی صورت میں ہم شیطانی ایجنٹوں کا شکار بن رہے ہیں، جنہوں نے اخلاقی بگاڑ ہی کے مقصد سے یہ سب کچھ مواد فراہم کیا ہے۔

۲: سوشل میڈیا کا استعمال تعاون علی البر والتقوی کی بنیاد پر ہو نہ کہ تعاون علی الاثم والعداون کی بنیاد پر۔

۳: بقدرِ امکان خلوت اور تنہائی کے اوقات میں سوشل میڈیا کے استعمال سے گریز کیا جائے کیونکہ ایسے موقع پر شیطان سب سے زیادہ دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور انسان تباہ کن فحش سائٹوں تک پہنچ جاتا ہے، اس لئے بڑوں اور سرپرستوں کے سامنے ہی انٹرنیٹ استعمال کیا جائے۔

۴: ہر وقت اس کا احساس رہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی ایک ایک حرکت سے واقف ہے، وہ ظاہر وباطن ہر چیز کو دیکھتا اور جانتا ہے اور صدق واخلاص کے ساتھ اسی

سے فتنہ اور شر سے محفوظ رکھنے کی دعا کی جائے، اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو بھی یاد کیا جائے اور کراما کاتبین کی موجودگی اور ہر چیز کو نوٹ کرنے کا احساس کیا جائے، اور یہ سوچا جائے کہ اللہ اس پر بھی قادر ہے کہ اسی وقت اسی حالت میں سزا دے یا موت دے اور پھر توبہ کی بھی مہلت نہ رہے۔

۵: سوشل میڈیا اطاعت میں کوتاہی، ضیاع وقت یا غفلت کا ذریعہ نہ بنے، کیونکہ بروز قیامت انسان حسرت وافسوس کے ساتھ کہے گا: ''افسوس میری اس تقصیر پر جو میں اللہ کی جناب میں کرتا رہا''۔ (سورۂ زمر: ۶۵)

۶: سوشل میڈیا کے استعمال کے وقت اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین رکھا جائے کہ دھوکہ، فریب، جھوٹ اور اس قبیل کی ہر چیز ناجائز ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔ (صحیح بخاری: 5885)

۷: کمپیوٹر، لیب ٹاپ، موبائل وغیرہ کو گھر میں کسی ایسی جگہ پر رکھا جائے جہاں سب کی نگاہ پڑتی ہو اور دروازہ بھی کھلا رکھا جائے، دروازہ بند کرکے انٹرنیٹ کا استعمال کرنا مضر ہوسکتا ہے، اسی طرح اسکرین کا رخ دوسروں کی جانب یا کمرے کے دروازہ کی طرف ہو۔

۸: بہتر یہ ہے کہ کمپیوٹر، لیب ٹاپ یا موبائل کا آغاز کرنے کے لئے Srartup sound کے طور پر کسی قرآنی آیت یا حدیث نبویؐ یا کسی مؤثر حکمت کو متعین کیا جائے، اور اسکرین سیور بھی کوئی ایسی تصویر یا حکمت کی بات ہو جو آخرت اور موت کو یاد دلانے والی ہو، اور یکے بعد دیگرے اس کو تبدیل کیا جاتا رہے۔

۹: نامعلوم پیغامات اور سائٹس کا ہرگز استعمال نہ کیا جائے، اس لئے کہ ان میں سے اکثر اباحی اور فحش ہوتے ہیں یا وائرس پر مشتمل ہوتے ہیں یا پھر وقت، مال اور محنت کو ضائع کرنے والی تشہیر پر مشتمل ہوتے ہیں۔

١٠: اسکول یا محلہ میں برے ساتھیوں سے ہر ممکن دور رہا جائے کیونکہ اس سے غلط معلومات کا تبادلہ ہوتا ہے، نوجوان بغیر دوستوں کے رہیں یہ ان کے لئے کہیں بہتر ہے کہ وہ ایسے دوستوں کے ساتھ رہیں جوان کے لئے فواحش اور گناہوں کو مزین کر کے پیش کریں۔

١١: بہتر یہ ہے کہ میز پر اور کمرے میں بعض اسلامی اور احادیث پر مشتمل کتابیں بھی ہوں، تا کہ حدیث اور علوم شریعت کی تکریم اور اجلال میں انسان غلط سائٹوں تک پہنچنے سے احتراز کر سکے، اس کے ذہن میں یہ بات آئے کہ میرے سامنے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے لہذا میں غلط چیزوں کا مشاہدہ کیسے کرسکتا ہوں!۔

١٢: انٹرنیٹ کھولنے سے پہلے تعوذ وتسمیہ کے ساتھ ساتھ قرآنِ کریم کی ایک دو آیات کی تلاوت خود بھی کی جائے تا کہ دل نرم ہو اور شیطان اور وسوسوں سے حفاظت ہو۔

١٣: اچھی چیز کو لائک یا شیئر کرنا اچھی بات ہے، لیکن غلط چیز کو لائک یا شیئر کرنا رضا بالمعصیۃ، معصیت میں اعانت اور بری چیزوں کے استحسان (اچھا سمجھنے) میں داخل ہے۔ جو کہ گناہ ہے۔

١٤: مراسلت کے لئے مناسب وقت کا انتخاب ضروری ہے تا کہ مخاطب کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔

١٥: ہر ایک سے اس کے مقام ومرتبہ کے مطابق بات کی جائے۔

١٦: جب بھی شیطان غلط خیالات اور وسوسہ دل میں ڈالے تو فوراً کمپیوٹر اور موبائل بند کر دیا جائے اور عمومی مجلس میں بیٹھا جائے، یا کسی ایسے کام میں لگ جائیں جس سے اسان کی سوچ تبدیل ہو جائے اور کیا ہی بہتر ہو کہ ایسے موقع پر قبرستان جا کر موت کو یاد کیا جائے۔

١٧: اس بات کا استحضار کیا جائے کہ فحش تصاویر کا دیکھنا حرام ہے جس سے دل

بھی سخت ہو جاتا ہے، جسم بھی بری طرح متاثر ہوتا ہے اور خاندانی نظام بھی درہم برہم ہو جاتا ہے۔

١٨: کمپیوٹر اور موبائل میں موجود ہر قسم کے غلط مواد، سی ڈیز اور خارجی میموری میں موجود ہر قسم کے غلط مواد کو Delete (محو اور ضائع) کر دیا جائے، اور کمپیوٹر اور موبائل میں اللہ کا کلام، دعائیں، احادیث، علماء کی مؤثر تقاریر محفوظ کی جائیں، اور یہ سوچا جائے کہ اللہ کے کلام کے ساتھ فحش چیزوں کی موجودگی کلامِ الٰہی کی توہین ہے، جو ایک خطرناک بات ہے۔

١٩: اگر انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ میں انٹرنیٹ کنکشن کے ہوتے ہوئے اپنے نفس پر قابو پانے سے قاصر ہوں تو اس کا آخری طریقہ یہ ہے کہ انٹرنیٹ کنکشن ہی کو ختم کر دیا جائے، اور ضروری استعمال کے لئے کسی کیفے کا استعمال کیا جائے، اور کیفے میں بھی تنہا نہ بیٹھا جائے بلکہ ساتھ میں ضرور کوئی نہ کوئی ہو۔

٢٠: اگر انٹرنیٹ کا استعمال ناگزیر ہی ہے تو پھر فحش اور غلط سائٹوں سے دور رہنے کے لئے کمپیوٹر اور موبائل میں ایسے پروگرام انسٹال کئے جائیں جو اسی کے لئے تیار کئے گئے ہیں، جیسے کے (Naomi) یا (Stopporn) یا (k9 webprotection) (childcontrol) یا (mpsoft block) جیسے پرگرام ڈاؤن لوڈ کر کے اپنے کمپیوٹر اور موبائل کو فحش سائٹیوں سے محفوظ بنا دیا جائے۔

٢١: برے خیالات سے اپنے دل ودماغ کو دور رکھا جائے کیونکہ صرف کمپیوٹر، موبائل یا گھر سے فحش مواد کو ہٹانے سے کام نہیں چلے گا جب تک کہ دل ودماغ سے بھی مکمل طور پر اس کو ختم نہ کر دیا جائے، کیونکہ اکثر وبیشتر نوجوان ایک مرتبہ توبہ کر کے کچھ دن تک باز رہتے ہیں لیکن غلط خیالات اور بری سوچ کی وجہ سے دوبارہ اسی شر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ان چند بنیادی اصول وضوابط پر عمل کر کے وہ نوجوان انٹرنیٹ کی تباہ کاریوں

سے محفوظ رہ سکتے ہیں جن کے اندر برائی کا احساس ہو اور برائی سے محفوظ رہنا چاہتے ہوں، البتہ جن نوجوانوں کے اندر برائی کا احساس ہی نہ ہو، بلکہ وہ انٹرنیٹ کے اخلاق سوز وایمان سوز مواد کو انٹرٹینمنٹ اور وقت گذاری کے لئے ایک انمول تحفہ سمجھتے ہوں اور فحش مواد کے مشاہدہ کو اپنے لئے باعثِ تسلی سمجھتے ہوں تو ان کو دنیا کا کوئی بھی قانون اور اصول اس سے باز نہیں رکھ سکتا ہے، البتہ مسلم نوجوان کو یہ بخوبی جان لینا چاہئے کہ انٹرنیٹ پر موجود فحش پروگرام ایک خطرناک زہر ہے جو دین وایمان کو بھی خاکستر کر دیتا ہے اور نفسیاتی اور جسمانی صحت کو بھی بگاڑ دیتا ہے اور دنیاوی زندگی کو بھی بے سکون و بے کیف بنا دیتا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ انٹرنیٹ پر اسلامی ناموں سے بہت سی ایسی ویب سائیٹس اور فیس بک اور ٹویٹر پر ایسے فرضی اکاؤنٹس موجود ہیں جو بظاہر تو اسلام کے تعارف وتبلیغ پر مشتمل ہیں لیکن ان کے ذریعہ غلط افکار کی تشہیر اور اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنا مقصود ہے، اس لئے ہر ویب سائٹ سے بغیر کسی تحقیق کے استفادہ کرنا مناسب نہیں ہے، بلکہ صرف انہی سائٹوں اور اکاؤنٹس سے استفادہ کیا جائے جو مستند اور محقق ہوں، ورنہ بہت سے نوجوان اس طرح کی ویب سائٹوں اور اکاؤنٹس کے ذریعہ گرفتار ہو کر اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہوجاتے ہیں اور پھر بسا اوقات عملی طور پر اسلام سے دستبردار ہوجاتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اگر سوشل میڈیا ایک طرف غیر اسلامی افکار کو فروغ دینے کا ذریعہ ہے لیکن یہ پیغام ہدایت پہنچانے کا بھی ایک اہم پلیٹ فارم ہے، اگر انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کو خیر کا ذریعہ سمجھ کر اس سے صحیح طور پر استفادہ کیا جائے تو انسان اس سے بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے اور زندگی کو سنوار سکتا ہے، ورنہ اس کے شر اور فساد کا شکار ہو کر اپنی زندگی کو تباہ بھی کر سکتا ہے، یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ خیر وشر میں سے کون سی چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ □□□□□

سوشل میڈیا سے متعلق شرعی احکامات

مولانا محمد زبیر ندوی
مدرسہ اشرف العلوم انصاری نگر نالاسوپارہ (ایسٹ) ممبئی

ادھر ماضی قریب کی مختلف دہائیوں میں انسانی روابط میں زبردست انقلاب آیا ہے، انسان نے روابط کی کثرت کے ساتھ ساتھ انہیں برتنے کے لئے کئی مختلف الفوائد چیزوں کو ایجاد کر کے انسانی دنیا کو ایک گھر اور تمام انسانوں کو ایک ہی خاندان کا فرد بنا دیا ہے، سوشل میڈیا جو دراصل اسی نظام کو مربوط رکھنے اور افراد کی کڑی کو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جوڑے رکھنے کے لئے بنایا گیا؛ اپنی ایجاد میں مکمل کامیاب ہے، ذرائع ابلاغ کی برق رفتاری اور گرم بازاری ایک چیز کو منٹوں اور سیکنڈوں میں کہاں سے کہاں پہونچا دیتی ہے، گزشتہ صدیوں میں غالبا اس کا تصور بھی ناممکن تھا؛ مگر آج کا انسان یہ سب جانتا ہی نہیں اور عملا برتتا بھی ہے اور اس میں چنداں استعجاب نہیں رہا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔

سوشل میڈیا میں سب سے زیادہ مقبولیت اور استعمال ٹیلی ویژن، فیسبک، واٹساپ، یوٹیوب، ٹویٹر، میسنجر اور ایمو جیسی چیزوں کو حاصل ہے، دنیا کی ایک بڑی آبادی ان سے منسلک ہو کر اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر افادہ یا استفادہ میں عملا مشغول ہے؛ لیکن جیسا کہ شریعت اسلامی نے کسی بھی چیز کو اپنے متبعین کے لئے شرعی حدود وقیود کے ساتھ وابستہ رہ کر انجام دینے کو ضروری قرار دیا ہے؛ اس لئے مسلمانوں کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ان سے متعلق شرعی احکامات سے واقف ہوں اور شرعی اصول و قواعد کے مطابق استعمال کر کے دارین میں کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہوں؛ چنانچہ ذیل میں سوشل میڈیا سے متعلق چند اہم بنیادی اور اصولی احکامات درج کئے جاتے ہیں؛ تاکہ ان

پر بآسانی عمل کیا جاسکے:

سوشل میڈیا میں شرکت (اکاونٹ کھولنے) کے شرعی ضوابط

1-سوشل میڈیا میں شریک ہونا نہ فرض ہے اور نہ واجب وضروری ہے؛ اس لئے حتی الامکان اس سے دور رہنے کی کوشش کی جائے اور جب تک واقعی کوئی اہم اور ضروری دینی، اصلاحی یا علمی مقصد پیش نظر نہ ہو اس پر اکاؤنٹ نہ بنائے جائیں۔

2-سوشل میڈیا کی دنیا ایک وسیع اور بہت حد نا معتبر دنیا ہے، اس لئے اگر بوقت ضرورت شرکت کی جائے تو اپنے مقصود تک ہی منحصر رہنے کی کوشش کی جائے، سوشل میڈیا پر یقین کامل کر لینا بسا اوقات سخت نقصانات کا باعث ہو سکتا ہے۔

3-سوشل میڈیا پر آنے سے پہلے اپنے دل و دماغ کا ضرور جائزہ لے لیا جائے؛ کہ کیا آپ اس قابل ہیں کہ صحیح طور سے کا استعمال کر سکتے ہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنی بے علمی یا کم علمی کی وجہ سے یا نفس پرستی اور ہوی پسندی کی وجہ سے آپ دنیاوی قانون یا اخروی مواخذے میں گرفتار ہو جائیں۔

4-فیس بک، واٹساپ اور ٹویٹر جیسی چیزوں پر ایک سے زائد اکاونٹ نہ بنائے جائیں؛ اس لئے کہ ایک تکمیل ضرورت کے لئے کافی ہے، نیز یہ کمپنیاں اسلام دشمن یہود و نصاری کی ہیں جنہیں ہر اکاونٹ پر مختلف قسم کے مالی فائدے حاصل ہوتے ہیں اور اس کو وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال میں لاتے ہیں۔ اس لئے ایک سے زائد اکاونٹ نہیں بنانا چاہئے۔

5-اپنے پاسورڈ یا نجی چیزوں کو صرف اپنے تک محدود رکھا جائے، دوسرے کسی قریبی سے قریبی شخص کو بھی نہ بتایا جائے کہ اس سے آپ کے اکاؤنٹ کے ذریعے کسی کو چھیڑ خانی کا نہ موقع ملے اور نہ ہی کمپنی کے اصولوں کے ترک کا سبب بنے۔

6-موجودہ سوشل میڈیا یا بعد میں ایجاد ہونے والے ایپس میں اگر اسلام یا

دین سے متعلق یا دینی اخلاق کے خلاف کوئی بات منظور کرنے کو کہا جائے تو ایسے میڈیا پر اکاؤنٹ بنانا ہرگز درست نہیں ہوگا۔

7-کسی بھی سوشل میڈیا پر fake id (نقلی آئی ڈی) نہ بنائی جائے کہ اس میں دھوکہ، جھوٹ اور کمپنی سے خیانت جیسی برائیاں پائی جاتی ہیں۔

سوشل میڈیا سے استفادہ کی شرائط:

سوشل میڈیا پر اکاؤنٹ کھولنے یا شریک ہونے کے بعد اس سے استفادہ کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کی رعایت از حد ضروری ہے:

1-سوشل میڈیا کی دنیا میں جانے کے بعد ایسا نہ ہو کہ آدمی اپنے دینی یا دنیوی فرائض و واجبات سے غافل ہو جائے؛ مثلا نماز روزہ یا دیگر عبادات، اسی طرح والدین کی خدمت یا بیوی بچوں کے حقوق تلف ہو جائیں، یا اپنے مالک کے کام میں خلل پیدا ہو جائے، اگر ایسا ہوتا ہے تو پھر اس صورت میں استفادہ جائز نہیں ہے۔

2-سوشل میڈیا پر جانے کے بعد حرام میں گرفتار ہونے کا اندیشہ نہ ہو؛ کیونکہ اس دنیا میں قدم قدم پر محرمات اور شرعی منہیات کا انبار ہے، مثلا خواتین کی برہنہ یا نیم برہنہ تصویریں؟ ہر قسم کی فلمیں، گانے اور ڈرامے، نامحرم مرد و خواتین کے دوستانہ اور بسا اوقات ناجائز تعلقات وغیرہ۔ اسی طرح غیر اسلامی افکار و نظریات سے متاثر ہونے یا دین بیزار، علمی و عملی نقصان دہ باتوں سے متاثر ہو جانے اور گمراہ ہو جانے کا پورا پورا امکان رہتا ہے، اس لئے ان سے پرہیز لازم ہے۔

3-غیر مفید اور غیر ضروری باتوں میں وقت ضائع نہ ہو؛ کیونکہ سوشل میڈیا پر اس قسم کی لغویات بلکہ لہویات بڑی مقدار میں موجود ہے؛ جیسے مختلف قسم کے گیم، رومانٹک گانے، کارٹونی ویڈیوز، کرکٹ وفٹبال کے سابقہ کھیل، بلا وجہ ایک سائٹ سے دوسری سائٹ پر سرچنگ وغیرہ۔ اس قسم کی چیزیں انسان کا وقت اور ذہن و دماغ بیک وقت برباد کرتی ہیں اور حاصل کچھ نہیں ہوتا۔

4- کمپنی کی طرف سے عائد کردہ قوانین واصول کی پابندی لازم ہے۔جن امور سے کمپنی سے استفادہ کی اجازت ہے شرعی حدود میں رہتے انہیں کا استعمال جائز ہوگا اور جن سے کمپنی نے منع کررکھا ہے یا ہرایک کو اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے یا اس کا اضافی پیسہ لگتا ہے تو بغیر اجازت یا قیمت ادا کئے استعمال درست نہیں ہوگا۔

5- ایسے ممالک سے سوشل میڈیا پر روابط رکھنا صحیح نہیں ہے جن سے حکومت کی جانب سے رابطہ رکھنا ممنوع ہے، یا ایسے لوگوں سے تعلق رکھنا جو حکومت کی نظر میں مشکوک یا قابل گرفت ہیں، کیونکہ ان سے تعلق میں شاید نفع تو نہیں لیکن نقصان متیقن ہے۔

3۔سوشل میڈیا پر مواد شیئر کرنے یا اپلوڈ کرنے کے شرعی اصول:

1- سوشل میڈیا پر جو چیز بھی ڈالی جاتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ چیز اسلامی تعلیمات کی رو سے یا اخلاقی نقطہ نظر سے دینی یا جسمانی نقصان کا باعث نہ ہو؛ جیسے مضحکہ خیز کارٹون، بے دینی پر مبنی ویڈیوز، ناجائز فلمیں، ہرطرح کے جاندار کی تصاویر، اخلاق سوز پوسٹ یا بے جا کمنٹ کہ ان کی شریعت اسلامی میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

2- ایسے مواد یا تحریریں جو کسی کی دلآزاری کا سبب ہوں یا شخصی واجتماعی نفرت کا باعث ہوں یا نسلی وقومی فرقہ وارانہ تعصب پر مبنی ہوں یا دینی ودنیوی اور اخلاقی نقطہ نظر سے بے سود ہوں؛ یعنی لوگوں کا اس سے کوئی فائدہ نہ ہو؛ جیسے بعض حضرات بے وجہ کھانے اور سبزیوں کے فوٹو صرف لائک کے حصول کے لئے ڈالتے دیتے ہیں۔سو اس قسم کی لغویات سے پرہیز لازم ہے۔

3- جو بھی مواد ڈالا جائے علمی، تحقیقی اور مستند ہو، جھوٹ اور دھوکہ کا اس میں دخل نہ ہو، دینی اور اسلامی تعلیمات کو شیئر کرنے میں اس کے التزام کی از حد ضرورت ہے، اسی طرح مختلف قسم کی خبروں کو اس وقت تک شیئر نہ کیا جائے جب تک کہ کامل تحقیق نہ ہوجائے؛ کیونکہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ کوئی خبر اڑی اور سوشل میڈیا پر عام ہی نہیں بلکہ

چھا گئی؛ پھر تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ بالکل غلط خبر تھی۔

4- اس وقت سوشل میڈیا پر یہ بات کثرت سے عام ہوگئی ہے کہ لوگ مختلف حادثات میں ہونے والی اموات کی لاشوں، شہداء اور بزرگوں کی تصویروں اور جنازہ کے فوٹو یا ویڈیوز بلکہ بعد وفات کی کیفیت، حج وعمرہ کی تصویریں صرف شیئر ہی نہیں کرتے؛ بلکہ اسے کار ثواب سمجھتے ہیں؛ حالانکہ اس کے گناہ ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں، اسی طرح نومولود بچوں اور چھوٹی بچیوں کی تصویریں، مریضوں اور بوڑھے ماں باپ یا رشتہ داروں کی تصویریں ڈال کران کے لئے دعائے خیر وصحت کی درخواست کی جاتی ہے؛ حالانکہ ایسا کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے۔

5- اپنے پروفائل یا ڈی پی پر نہ اپنی تصویر لگائیں اور نہ ہی کسی جاندار کی؛ بلکہ پھول بوٹے یا شرعاً جائز چیزوں کو استعمال کریں؛ نیز عموماً کمپنیوں کی جانب سے اس سلسلے میں کوئی مطالبہ نہیں ہوتا ہے کہ اپنی ہی تصویر لگائی جائے اس لئے اس سے بچنا واجب ہے۔

4۔سوشل میڈیا پر مردو خواتین کے تعلقات کے احکام

1- محرم مرد وعورت کا جس طرح ایسے ہی جائز تعلقات شریعت میں روا ہیں سوشل میڈیا کے ذریعے بھی درست ہیں اور حدود شرع میں رہتے ہوئے اس سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

2- اجنبی مرد وعورت کا فیس بک پر یا واٹس اپ یا میسنجر یا کسی اور چیز پر بغیر کسی شرعی عذر کے دوستی کرنا، بات چیت کرنا، ہنسی مذاق یا دوستانہ میسیج بھیجنا جائز نہیں؛ اسی طرح ایک دوسرے کو فوٹو بھیجنا یا کوئی بھی ایسا کام کرنا جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو شرعاً درست نہیں۔

3- بوقت ضرورت اجنبی مرد وخواتین کسی علمی یا دینی یا کسی اور ضروری امر کی بنا پر سوشل میڈیا کے ذریعے رابطہ کرسکتے ہیں؛ مگر صرف اس حد تک کہ وہ جائز کام پورا ہوجائے نیز اس میں بھی اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو جائز نہیں ہوگا، اسی طرح محرر علمی مواد یا ضروری جانکاری بھی شیئر کرسکتے ہیں۔

4- واٹساپ یا فیس بک پر ایسا گروپ جس میں مرد اور خواتین دونوں شریک ہوں؛ شریک ہونا بہتر نہیں، مردوں کا اور خواتین کا الگ الگ گروپ ہونا چاہئے کہ اسی میں ہر قسم کی بھلائی ہے۔

5- غیر مسلم عورت مسلمان عورت سے اور مسلمان مرد غیر مسلم مرد سے سوشل میڈیا پر شرعی امور اور دینی مزاج کو ملحوظ رکھتے ہوئے تعلق رکھ سکتے ہیں؛ مگر احتیاط اولی ہے، الا یہ کہ غیر مسلم کو اسلام سے متاثر کرنا مقصود ہو؛ خصوصا جبکہ متاثر ہونے کے آثار نظر آرہے ہوں۔

5۔منٹ باکس مین کمنٹ کرنے کے شرعی اصول:

1- اجنبی عورتوں اور لڑکیوں کی تصاویر یا ان کی پوسٹ سے نہ دلچسپی لی جائے اور نہ ہی کوئی کمنٹ لکھا جائے۔ الا یہ کہ کوئی ایسی بات ہو کہ اس پر کمنٹ ناگزیر ہو اور مقصود اصلاح ہو۔

2- کسی بھی قسم کی گندی پوسٹ یا تحریر پر بجا یا بیجا کمنٹ نہ کیا جائے؛ بلکہ شریفانہ انداز میں نہ اس پر نظر ڈالی جائے اور نہ ہی توجہ مرکوز کی جائے۔

3- کسی خبر کی جب تک مکمل تحقیق نہ ہو جائے اس پر مختلف قسم کے الفاظ میں کمنٹ یا رائے زنی نہ کی جائے، آجکل اکثر دیکھنے میں آتا ہے؛ کہ کسی کی وفات کی خبر اڑی یا بیماری کی خبر کسی نے ڈالی اور دعائیہ کلمات نوازنے والوں اور آمین کہنے والوں کی ایک جم غفیر اس پر ٹوٹ پڑتی ہے؛ جبکہ یہ نہایت ہی غیر مناسب اور بیجا بات ہے کہ بلا تحقیق اس قسم کے کام کئے جائیں۔

4- کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دین اسلام یا کسی اور مذہب یا مذہب کی مقدس شخصیت سے متعلق کوئی علمی یا فکری بحث چھڑ جاتی ہے اور اس پر کمنٹ پر کمنٹ کی بھرمار ہو جاتی ہے، اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ جب تک اس سے متعلق بہتر اور درست معلومات نہ ہوں ایسی چیزوں میں حصہ نہ لیا جائے کیونکہ عین ممکن ہے کہ آپ کی لاعلمی یا کم علمی ان

کے لئے تقویت اور آپ کی سبکی کا باعث ہو جائے؛ لیکن اگر آپ کو معلومات ہے تو اس پر مناسب اور مفید کمنٹ کر سکتے ہیں مگر عدل کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں، آپ کے کمنٹ کے الفاظ مہذب، بامعنی، موثر، مدلل اور جاذب ہوں انداز تحریر میں طنز و تحقیر کی بو نہ آنے دیں کہ یہی تحریر کا اصلی حسن اور اصلاح کا بہتر طریقہ ہے۔

5- بارہا ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص ایسی پوسٹ شیئر کر دیتا ہے یا تصویر یا کوئی اور چیز عام کر دیتا ہے جو ملک و قوم یا حکومت کے خلاف یا اس کے کاموں اور پالیسیوں کے مغائر یا توہین آمیز ہوتی ہے، ایسی چیزوں پر ہرگز ردعمل ظاہر نہ کریں، یہ چیز آپ کے لئے حکومت کی جانب سے مواخذہ اور مصیبت کا سبب بن سکتی ہے۔ اور عین ممکن ہے کہ حکومت سے غداری کے الزام میں پریشانی کھڑی کر دی جائے۔

6- کمنٹ باکس کے استعمال میں اپنی دینی، قومی وملی اور علمی و مذہبی وقار کو ملحوظ رکھیں، کبھی ہرگز ایسا کمنٹ نہ لکھیں جس سے لوگ آپ کے بارے میں بدگمان ہوں یا آپ کی شخصیت کو دھکا لگے۔ اپنے کمنٹ کے ذریعہ مثبت سوچ، تعمیری اقدام اور خدمت خلق کو مدنظر رکھیں۔ بسا اوقات ایک جملہ ہی آپ کو سربلند کرنے اور کبھی نیچے گرانے کا سبب بن سکتا ہے۔

5۔ڈاونلوڈنگ اور ویب سائٹس سے استفادہ کی شرائط وآداب

1- ایسی ویب سائٹس جن میں صرف فحش چیزیں ہوں یا جو صرف لادینیت اور مذہب بیزاری کے مواد پر مشتمل ہوں ان کا کھولنا اور ان سے استفادہ شرعا ناجائز ہے؛ اسی طرح کسی کو اس سے متعلق بلا وجہ جانکاری دینا بھی حرام ہے؛ کیونکہ اس قسم کی چیزیں نفس پرستی پر مبنی ہوتی ہیں اور اس شخص کا اس میں گرفتار ہو جانا مستبعد نہیں۔

2- جن سائٹس کو کھولنا یا دیکھنا قانونا جرم ہو یا خود کمپنی نے پابندی عائد کر دی ہو اسے کسی طرح کھول کر دیکھنا اور استفادہ کرنا جائز نہیں ہوگا۔

3- محفوظ الطبع مواد چوری کرنا یا دوسرے کا مواد اپنے نام سے ویب سائٹس پر ڈالنا یا حاصل کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح دوسرے کی ویب سائٹ چوری چھپے استعمال کرنا یا اس کے نام سے غلط مواد ڈالنا شرعاً حرام ہے۔

4- ایسا مواد یا کتابیں یا گیم یا فلمیں جن پر پابندی (band) ہوں یا حکومت کی نظر میں مشکوک یا قانوناً ممنوع ہوں اسے ڈاؤنلوڈ کرنا قطعاً ناجائز ہے۔

5- ہر وہ چیز جو اسلامی یا اخلاقی نقطہ نظر سے ممنوع یا ناپسندیدہ ہو؛ جیسے فلمیں، گانے، ڈانس، برہنہ یا نیم برہنہ تصویریں، بیہودگی یا تصویر پر مشتمل گیم یا کارٹون، اسی طرح جھوٹ اور بہتان پر مشتمل چیزیں ڈاؤنلوڈ کرنا جائز نہیں۔ ان سے بچنا ویسے ہی لازم ہے جیسے دیگر حرام چیزوں سے بچنا واجب ہے۔

سوشل میڈیا سے متعلق عام مسائل و احکام

1- ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا شوہر بیوی کو، یا والدین اپنے کمسن بچوں کو سوشل میڈیا کے استعمال سے روک سکتے ہیں؟ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ اولا خواتین اور کم سن بچوں کو خود اس بلا سے دور رہنا چاہئے؛ لیکن اگر وہ استعمال کر رہے ہوں اور شوہر کو بیوی کے اخلاق بگڑنے یا اس کی عفت وعصمت کے سلسلے میں قوی اندیشہ ہو تو وہ منع کر سکتا ہے، اسی طرح والدین بھی اپنے بچوں کو اس کے استعمال سے روکنے کے شرعاً مجاز ہیں۔

2- آجکل باہری ملکوں میں فون کرنے اور پیسے بچانے کے لئے یا کسی اور ضرورت کی وجہ سے ویڈیو کالنگ کی جاتی ہے، اس سلسلے میں ویڈیو کالنگ کے ذریعے سے جو چیز نظر آتی ہے؛ وہ تصویر کے حکم میں نہیں ہے؛ بلکہ وہ سایہ یا عکس کے درجہ میں ہے؛ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے آئینہ میں کسی شخص کی صورت نظر آئے؛ کیونکہ اس میں کسی قسم کا ثبات اور ٹھہراؤ نہیں ہوتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ اگر سامنے والا شخص کیمرے سے ہٹ جائے یا دوسری طرف کیمرے کو کر دے تو اس کے اندر اس کی تصویر یا عکس باقی

نہیں رہتا ہے؛ بلکہ اس کے ہٹتے ہی وہ اس میں سے غائب ہو جاتا ہے؛ اس لئے اس کا حکم تصویر کا نہیں ہوگا۔

اور جب اس کا حکم تصویر کا نہیں ہوا تو اس کا استعمال جائز ہوگا اور یہ گویا ایسے ہی ہے جیسے کہ دو آدمی آمنے سامنے بیٹھ کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں اور باتیں کر رہے ہوں۔ ویڈیو کالنگ کے سلسلے میں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ جس طرح آمنے سامنے کسی غیر محرم سے گفتگو بغیر کسی عذر یا ضرورت کے جائز نہیں؛ اسی طرح ویڈیو کالنگ کی صورت میں بھی جائز نہیں ہوگا؛، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ سامنے والے شخص سے بات کرتے ہوئے وہ اس حالت میں نہ ہو کہ اس کا ستر نظر آئے۔ ان امور کی رعایت کرتے ہوئے ویڈیو کالنگ کرنا جائز اور درست ہے۔

3- ایک اہم بات یہ ہے کہ سوشل میڈیا کے ذریعے کرکٹ، فوٹ بال، تاش، لوڈو یا دیگر گیم دیکھنا یا ان کے ایپس کے ذریعے یہ گیم کھیلنا ہے۔ اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ لوگوں کے تجربات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں میں سوائے ضیاع وقت کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی اور آنکھوں اور ذہن و دماغ کی خرابی کے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اس لئے اس چیز کا شمار لہویات اور لایعنی چیزوں میں ہوگا اور اسے کھیلنا اور دیکھنا نہایت نامناسب اور ناشائستہ بات ہوگی۔

4- چوری کے وائی فائی یا نٹ سے سوشل میڈیا کا استعمال جائز نہیں ہے؛ کیونکہ کسی کی چیز بغیر اس کی اجازت کے استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

□□□□□

سوشل میڈیا سے متعلق چند باتیں

مولانا محمد فرمان ندوی

(استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

موجودہ دور علم وتحقیق کا دور ہے، اور نشر واشاعت کا بھی، اس میں اطلاع و انفارمیشن کے بے شمار وسائل دریافت کر لئے گئے ہیں، جن سے متعدد سطح پر کام لیا جارہا ہے، اور اس کے مثبت اور منفی اثرات سامنے آرہے ہیں، اس وجہ سے معاشرہ کے سنجیدہ افراد اس کی افادیت اور نقصان کے سلسلہ میں مختلف الرائی ہیں، اور تجربات کی روشنی میں اپنے اچھے اور سلبی تأثرات ظاہر کررہے ہیں۔

دین اسلام نے جائز حدود میں ان تمام چیزوں کی اجازت دی ہے، جن سے اسلامی تشخص پر حرف نہ آتا ہو، اسلامی تشخص کی حفاظت بھی ہمارے دین کے بنیادی اصولوں میں داخل ہے، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حلال بھی واضح ہے، اور حرام بھی واضح ہے، لیکن ان کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں، جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں، جو مشتبہ چیزوں سے محتاط رہیں گے، وہ اپنے دین اور اپنی عزت کو بھی محفوظ رکھیں گے، اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑیں گے، وہ حرام میں مبتلا ہوجائیں گے، اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک چرواہا چراگاہ کے اردگرد اپنے چوپائے چرائے، عین ممکن ہے کہ وہ چوپائے اس چراہ گاہ میں منہ مارلیں، ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے، اور اللہ کی چراہ گاہ اس کے حرام کردہ امور اور قائم کردہ حدود ہیں، یاد رکھو کہ ہر جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، اگر وہ صحیح رہا تو پورا جسم صحیح رہے گا، اور اگر وہ خراب ہوگیا تو پورا جسم خراب ہوجائے گا، وہ دل ہے (صحیح بخاری)۔

میڈیا نام ہے اطلاعات کے ذریعہ کا، معلومات فراہم کرنے کے آلہ کا، قدیم زمانے میں معلومات کو عام کرنے کے لئے جداری پرچوں کا سہارا لیا جاتا تھا، ان پرچوں کو کسی عام گذرگاہ پر لگادیا جاتا تھا، گذرنے والے افراد ان کو پڑھتے اور علم حاصل کرتے تھے، سولہویں صدی عیسوی میں باقاعدہ پریس کے آغاز کے بعد صحافت کی ابتدا ہوئی، اور پرنٹ میڈیا کو فروغ ہوا، پھر رفتہ رفتہ اسے ترقی حاصل ہوئی، اس کے بعد الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ خبروں کو دور تک پہونچانے سہولت ہوئی۔

الیکٹرانک میڈیا کی کئی قسمیں ہیں، انہیں میں سوشل میڈیا ہے، جس میں واٹساپ، فیس بک اور ٹیوٹر وغیرہ ہیں، ان کے ذریعہ ضروری معلومات کو بسرعت دنیا کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک پہونچایا جاتا ہے، جن سے ناواقف حضرات واقف ہوجاتے ہیں اور وہ ان کے علم میں اضافہ کا باعث ہوتی ہیں۔

مغربی تہذیب کا عالم اسلام پر جب تسلط بڑھ رہا تھا اور اس کے آلات و ایجادات اس کے بازاروں میں داخل ہورہے تھے اور ہر سطح پر ان کو عام کیا جارہا تھا، تو بقول مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ: عالم اسلام نے دو موقف اختیار کئے، اور وہ دونوں غلط رجحان پر مبنی تھے، ایک موقف یہ تھا کہ مغربی تہذیب کے تمام آلات کو مسترد کردیا جائے، ان کو ہاتھ نہ لگایا جائے، اس سلسلہ میں تھوڑی بھی نرمی عقیدہ و ایمان کے لئے خطرہ کی گھنٹی ہے، دوسرا موقف یہ تھا کہ یہ آلات و وسائل ہمیں سہولت فراہم کرتے ہیں، آسانیاں ان کی وجہ حاصل ہورہی ہیں، اور جو کام دس گھنٹوں میں ہوتے تھے، وہ منٹوں میں ہونے لگے ہیں، تو ان کو من وعن قبول کرلینا ہمارے دل کی آواز ہی نہیں، بلکہ بین الاقوامی ضرورت بھی ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ دونوں موقف اسلام کی روح کے منافی اور اس کی تعلیمات سے دور کا بھی تعلق نہیں رکھتے، معتدل موقف یہ ہے کہ جو مفید

اور نافع آلات ہمارے عقیدہ اور بنیادی اصولوں سے نہ ٹکرائیں ان کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور جو ہمارے اصولوں سے متعارض ہوں ان کو مسترد کردینا ہی ہمارے ایمان کا تقاضا ہے، مشہور محاورہ ہے: خذ ما صفا ودع ما کدر (یعنی جو صاف وشفاف چیزیں ہیں، ان کو قبول کرلو، اور جو گندی اور میلی ہیں ان کو مسترد کردو)۔

سوشل میڈیا یہ ایک معصوم آلہ ہے، اصل مسئلہ اس کے استعمال کا ہے، ایک چاقو سے سیب بھی کاٹا جاسکتا ہے، اور انگلی بھی زخمی کی جاسکتی ہے، ظاہر ہے کہ جب اس کے استعمال پر اس کے نتائج موقوف ہیں، تو ناتجربہ کار لوگوں کے ہاتھ میں اگر یہ آلہ ہوگا تو ضرر رسانی کا ذریعہ ہوگا، اور وہ ان سے فائدہ نہ اٹھا کر نقصان اور خسارہ کو سودا کریں گے، اس لئے نئی نسل سے جہاں تک ممکن ہوسکے اسے دور رکھنے کی کوشش کی جائے۔

جہاں تک اہل فہم وفراست اور صاحب نظر افراد کی بات ہے تو وہ اس سے علم و تحقیق اور مطالعہ وتصنیف کا عظیم الشان کام لے سکتے ہیں اور اپنی معلومات کو دوسروں تک پہونچا سکتے ہیں، اس لئے قوی امکان ہے کہ اس میڈیا کے ذریعہ دعوت وتبلیغ، اصلاح وتزکیہ اور غلط فہمیوں کے ازالہ کا عمل اگر جاری ہوا، تو اس کے اچھے نتائج سامنے آئیں گے۔

لیکن آج کا طرفہ یہ ہے کہ سوشل میڈیا کے ذریعہ ہر رطب و یابس بات کو معاشرہ میں عام کیا جارہا ہے، جھوٹی خبریں بڑی سطح پر پھیلائی جارہی ہیں، اور اپنے متعلق رائے عامہ کو ہموار کیا جارہا ہے، ظاہر ہے کہ جس غلط مقصد کے لئے اس کا استعمال کیا جارہا ہے، وہ اس کی روح کے خلاف ہے، سوشل میڈیا کے استعمال کرنے والوں کو قرآن کریم کی یہ آیات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ یأیھا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا أن تصیبوا قوما بجھالة فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین (اے وہ لوگو! جو ایمان لائے اگر کوئی گناہ گار آدمی تم کو کوئی خبر دے تو تم اس کی تحقیق کرلو، ہوسکتا ہے کہ تم اپنی ناواقفیت کی وجہ سے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچادو اور پھر بعد میں تمہیں نادم ہونا

پڑے)۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اپنی کتاب ''اسلامی معاشرہ: سورۂ حجرات کی روشنی میں'' غلط فہمی کے انجام اور اس کے اثرات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عربی زبان کی مشہور کتاب کلیلة دمنہ میں ایک واقعہ لکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو بغیر تحقیق کے کسی بھی بات پر فوراً اقدام نہیں کرنا چاہئے، ورنہ بسا اوقات انسان کو ایسی ندامت ہوتی ہے کہ جس کا کوئی حل نہیں ہوتا، قصہ یوں ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر میں ایک نیولہ پالا، جو سانپوں کو کھا جاتا تھا، اس کی وجہ سے اس کے گھر میں سانپ نہیں آتے تھے، اور اس کا ایک چھوٹا بچہ سانپوں کے نہ آنے کی وجہ سے گھر میں محفوظ طریقہ پر کھیلتا تھا، ایک دن کی بات ہے کہ وہ شخص باہر کسی کام سے اپنے بچے کو تنہا چھوڑ گیا، جب واپس آیا، تو اس نے دیکھا کہ نیولہ کا منہ خون آلود ہے، جس سے اس شخص کو یہ شبہ ہوا کہ اس نے بچے کو نوچا ہے، اور اس کے ساتھ بدتمیزی کی ہے، اسی خیال میں اس نے نیولہ کو مار ڈالا، اس کے بعد جب گھر میں جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہاں ایک سانپ مرا ہوا پڑا تھا، جس کو اسی نیولہ نے مارا تھا، اور اس کا منہ اسی کے خون سے خون آلود تھا، چنانچہ اس شخص کو اپنے اس عمل پر بہت ندامت ہوئی، لیکن اسی ندامت کا کیا فائدہ جبکہ بغیر تحقیق کے اقدامی کارروائی ہوچکی تھی''۔ (ص: ۴۸-۴۹)۔

یہ ہے غلط فہمی اور بدگمانی کی ایک مثال، سوشل میڈیا کے ذریعہ بلا تحقیق باتیں انجام کی پرواہ کئے بغیر نشر کی جاتی ہیں اور لوگ ان پر بلا سوچے سمجھے عمل بھی کرلیتے ہیں، جس کے خطرناک نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی ہماری حفاظت فرمائیں۔

□□□□□

اپنے موبائل یا لیب ٹاپ پر کچھ دیکھنے سے پہلے یاد کریں کہ

خدا ہمیں دیکھ رہا ہے

سوشل میڈیا کے اثرات

مولانا احتشام ندوی

(جامعہ دارالسلام، مہپت مئو، لکھنؤ)

اس کرۂ ارض پر جب سے انسان آباد ہوا ہے اس کی آبادی میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا آرہا ہے اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا، جس کی وجہ سے بھی اور ضروری ہے، اوران ضروریات زندگی کا سلسلہ بالتدریج ترقی کے منازل طے کرتا چلا آرہا ہے، جس کے نتیجہ میں مختلف اپنی ذات واختراعات کا سلسلہ دراز ہوتا جارہا ہے، اوران ہی میں سے عصر حاضر کی ایک اہم ایجاد سوشل میڈیا ہے۔

چنانچہ سوشل میڈیا کے ذریعہ عصر حاضر میں پورا عالم انسانی مع اپنے حالات وواقعات کے گویا ایک عالمی گاؤں میں تبدیل ہو چکا ہے، اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت میں بدل چکا ہے، اور کیوں نہ ہو اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ویخلق ما لا تعلمون" (النحل الآیۃ:۸) یعنی حق تعالیٰ سانہ انسانوں کے انتفاع کے لئے وہ چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے اور کرتا رہے گا جن کی تمہیں فی الحال بھی نہیں" (تفسیر عثمانی)

اس آیت کریمہ میں وہ تمام حیوانات، نباتات اور اختراعات وایجادات وغیرہ آگئے اور جو تا قیامت تک ہوں گے۔ اللہ اکبر کبیرا

لہٰذا اس پیغام الٰہی سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ زمانہ کے انقلابات تفرقات اور اختراعات وایجادات وغیرہ سے بالعموم ایک انسان اور بالخصوص ایک مومن کو واقف وباخبر ہونا چاہئے، تاکہ وہ ان سے اپنے دینی ودنیوی امور میں خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکے، کیونکہ انسانی زندگی میں ان کے بہت سے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اب مذکورہ باتوں کی روشنی میں بآسانی یہ معلوم ہوا کہ عصر حاضر میں انسانی زندگی

پر سوشل میڈیا کے بھی بجا اور بے جا استعمال کی وجہ سے عمومی اثرامت سے مرتب ہورہے ہیں، جن کا کیوئی بھی فرد بشر انکار نہیں کرسکتا، اور نہ ہی اس کے استعمال کے بغیر کیوئی چارۂ کار ہے، کیونکہ سوشل میڈیا موجودہ دور کا سب سے بڑا موثر اور آسان ذریعۂ اظہار وابلاغ ہے، جس کی مدد سے کم سے کم سرمایہ سے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک کم سے کم وقت میں اپنی بات پہنچائی جاسکتی ہے، یا اپنا کام کیا جاسکتا ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دور حاضر میں سوشل میڈیا کے ذریعہ دینی ودنیوی امور میں کسی بھی طرح کا کام انجام دینا آسان تر ہو گیا ہے، بطور خاص بحث وتحقیق، تصنیف وتالیف اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں افہام و تفہیم کے سلسلہ میں استفسار واستفتاء کے امور میں تو اس کی اشد ضرورت ہے اور بقول سید اصغر جاوید شیرازی اعلیٰ تعلیم کے میدان میں تو سوشل میڈیا پہلے ہی انقلاب لارہا ہے، جرمنی کے ڈاکٹر ربرٹ جو اعلیٰ تعلیم میں سوشل میڈیا کے استعمال کے موضوع پر تحقیق کررہے ہیں کہتے ہیں کہ اعلیٰ تعلیم کے ہر ادارہ کے لئے لازم ہوگیا ہے کہ وہ سوشل میڈیا کو کلاس روم سے مربوط کرے چونکہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والا تقریباً ہر طالب پہلے ہی سے انٹرنیٹ اور کمپیوٹر استعمال کررہا ہے، اس لئے سوشل میڈیا اور اعلیٰ تعلیم کے الحاق سے بہت بہتر نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں، لیکن یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہے کہ سوشل میڈیا کے مرتب ہونے والے عمومی اثرات خواہ ایجابی ہوں یا سلبی ان دونوں کو پورا خیال رکھا جائے اور ان کے فوائد ونقصانات پر گہری نظر رکھی جائے، اس لئے موخر الذکر اثرات کی وجہ سے عموماً انسانی معاشرہ کے ہر شعبہ اور محکمہ سے جڑے افراد میں خواہ مرد ہوں یا عورت، بچے ہوں یا نوجوان، ادھیڑ ہوں یا بوڑھے اور خصوصاً درس وتدریس اور تعلیم وتعلم میں منہمک طلبہ و طالبات ہوں یا معلمین ومعلمات ان کی فکر ونظر، ذہن ودماغ، عقل وفہم، اعضاء وجوارح اقوال وافعال، اور اخلاق وکردار مختصر یہ کہ قلب وقالب ظاہری وباطنی طور پر ذہنی یا دنیوی، اعتبار سے کچھ ایسے مسائل سے دوچار ہیں جن کے نقصانات وخطرات کے اثرت نے ان کو تباہی وبربادی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔۔۔ **بقیہ ص 130 پر**

انٹرنیٹ سے علمی استفادہ کی اہمیت

مولانا عبدالجبار طیب ندوی

(استاذ جامعۃ الصالحات وقاضی شریعت دارالقضاء کڑپہ (اے، پی)

اللہ رب العزت نے قرآن میں نقل وحمل کے ذرائع اور آئندہ پیدا ہونے والے آلات ووسائل کا ذکر کیا ہے؛ چنانچہ سورۃ النحل میں ہے:

والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ویخلق مالا تعلمون (النحل:۸)

اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہاری زندگی کی رونق ہیں، اور وہ بہت سی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم تک نہیں۔

آیت کریمہ کا آخری حصہ ”ویخلق مالا تعلمون“ میں ہر وہ مصنوعات وایجادات داخل ہیں جو قیامت تک پیدا ہوں گے، لہذا آج کی نئی ٹیکنالوجی میں مواصلات واتصالات کے ذرائع ہوں یا پھر سریع الحرکت نقل وحمل کے آلات، سب اللہ رب العزت کی تخلیق ہیں، ان ہی میں سے ایک انٹرنیٹ کی ایجاد بھی ہے۔

آج معلومات حاصل کرنے کے بے شمار ذرائع ہیں، ان میں سے ایک اہم ذریعہ انٹرنیٹ بھی ہے، انٹرنیٹ سے استفادہ جتنا آسان ہے اتنا دوسرے ذرائع مثلاً کتابوں، لائبریریوں سے نہیں ہے، کتابوں سے استفادہ آسان اس لئے نہیں ہے کہ کتابیں ہر وقت ساتھ نہیں ہوتی ہیں، جبکہ لائبریری سے استفادہ اور بھی زیادہ مشکل ہے، انٹرنیٹ ہر وقت دستیاب ہوتا ہے جب ضرورت دامن گیر ہو نیٹ آن کریں اور سرچ انجن میں مطلوبہ سوال لکھیں، بس چند سکنڈس میں مطلوبہ جواب سامنے اسکرین پر موجود ہوتا ہے، خاص بات یہ ہے کہ سرچ انجن استعمال کنندہ کے حکم کے تابع ہوتا ہے، جس طرح کی

معلومات وہ حاصل کرنا چاہتا ہے وہی اسکرین پر دکھاتا ہے، انٹرنیٹ سے استفادہ کی اہمیت کے پیش نظر اس کی چند نمایاں خصوصیات درج کی جاتی ہیں:

معلومات کی وسیع وعریض دنیا تک رسائی

باحث معلومات کی تنگ دنیا میں ہوتا ہے، اگر اس کے پاس انٹرنیٹ دستیاب نہ ہو، کیوں کہ انٹرنیٹ باحث کو دنیا کے مختلف گوشوں کی معلومات اور ان تمام کتابوں، رسالوں سے استفادہ کی راہ ہموار کردیتا ہے اور ان تک رسائی ممکن بنادیتا ہے جو یا تو ان کے پاس ہے نہیں یا ان تک رسائی ان کے لئے ممکن نہیں۔

ایک سے زائد ذرائع اور نئی معلومات

انٹرنیٹ معلومات کا خزانہ اور ہر طرح کی معلومات فراہم کرنے کی الکٹرانک لائبریری ہے، باحث کو اپنی پسند کی کتاب سے استفادہ کی راہ ہموار کرتا ہے، کسی ایک کتاب پر ہی ٹیک لگانے اور اسی سے تشنگی علم بجھانے پر مجبور نہیں کرتا ہے، جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے کہ ایک کتاب کی ضرورت ہے؛ لیکن اس شہر میں دستیاب نہیں یا کسی خاص لائبریری یا کتاب گھر میں موجود ہو، جس سے استفادہ ناممکن ہو، انٹرنیٹ پر باحث اپنے سامنے ابھی ایک کتاب کھولا بھی نہیں ہے کہ اس کی ضرورت کی دوسری اور کتابیں اس کے سامنے انٹرنیٹ پیش کردیتا ہے۔

معلومات تک آسان رسائی اور وقت کی بچت

انٹرنیٹ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ باحث کو معلومات تک آسانی سے پہونچاتا ہے اور وقت کم سے کم صرف ہوتا ہے، دیکھیں اگر باحث انٹرنیٹ کا سہارا نہ لے تو اسے معلومات حاصل کرنے کے لئے ایک سے دوسری جگہ بلکہ کئی جگہ جانا پڑتا ہے، پھر کتاب میں فہرست، باب اور صفحہ نمبر دیکھنا ہوتا ہے، اس سے پہلے مصنف کا نام، ناشر کون ہے، مصنف کس شہر یا ملک کا رہنے والا ہے، اور کس ادارہ سے سند فراغت انہوں نے

حاصل کی ہے، یہ ساری تفصیلات معلوم کرنا ہوتا ہے، جبکہ انٹرنیٹ آسانی سے انگلی کے ذریعہ چند الفاظ کے ٹائپ کرنے اور سرچ انجن کو آرڈر کرتے ہی ساری تفصیلات باحث کے سامنے پیش کردیتا ہے، اوراس طرح باحث کا قیمتی وقت بھی بچ جاتا ہے۔

نئی معلومات کی فراہمی

مصنف اپنی کتاب میں کچھ نہ کچھ اضافہ کرتا ہے اورنئی اشاعت میں اسے شامل کرتا ہے، جس کے پاس قدیم نسخہ ہوگا وہ اس سے استفادہ نہیں کرسکتا؛ لیکن انٹرنیٹ اس کی نئی معلومات اور دنیا کی ساری نئی اطلاعات سے باحث کو ہمیشہ باخبر رکھتا ہے، اسی طرح مصنفوں کو بھی اپنی نئی معلومات باحثوں تک پہونچانے میں انٹرنیٹ مدد اور تعاون فراہم کرتا ہے ورنہ مصنفوں کو سالوں انتظار کرنا پڑتا ہے۔

انٹرنیٹ اچھے اور برے موادوں کا ذخیرہ

یہ حقیقت ہے کہ انٹرنیٹ پر جہاں اچھے اور معیاری مواد ہوتے ہیں وہیں فحش، اخلاق وحیا سوز مواد بھی ہوتے ہیں، اسی لئے کسی صاحب تحقیق نے لکھا ہے کہ انٹرنیٹ پر ننانوے فیصد اچھے مواد ہیں جبکہ صرف ایک فیصد ہی فحش اور غلط مواد ہیں، لیکن دوسری طرف اس کے استعمال کی فیصد کا جائزہ لیں تو آنکھیں خیرہ، عقل حیران وپریشان ہوجائے کہ اس کے استعمال کنندہ ننانوے فیصد غلط استعمال کرتے ہیں اور صرف ایک فیصد ہیں جو اس کو معیاری سماجی اور مفید کاموں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

ہر زبان میں سرچ کرنے کی سہولت

انٹرنیٹ پر آپ کو مختلف زبانوں میں سرچ کرنے اور اس کے ذریعہ معلومات حاصل کرنے کی سہولت موجود ہے، اردو زبان میں بھی علوم شرعیہ سے متعلق مواد ہیں لیکن عربی کے مقابلہ میں کم ہیں، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث اور اصول حدیث، فقہ اور اصول فقہ، تاریخ وسیر اور دیگر اسلامی علوم سے متعلق تفصیلی معلومات انٹرنیٹ پر دستیاب ہیں،

دلچسپ بات یہ ہے کہ سارے مواد آپ کاپی پیسٹ کرسکتے ہیں، ورڈ کی فائل بنا کر کمپیوٹر یا موبائل فون میں محفوظ کرسکتے ہیں، اسی طرح پی ڈی ایف کی شکل میں بھی کتابیں ڈاؤن لوڈ کرسکتے ہیں لیکن اس میں آپ تبدیلی یا حذف واضافہ کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے۔

اردو اور عربی میں ویب سائٹس پڑھ رہے ہیں تو---

اردو اور عربی میں ویب سائٹس پڑھ رہے ہیں تو سب سے پہلے آپ اس کے نظریہ کو جان لیں؛ کیوں کہ اسلام اور مسلم دشمن عناصر نے بھی اسلامی نام کے ویب سائٹس بنا رکھے ہیں اور اس میں اسلام اور اس سے متعلق غلط تشریحات کو پیش کیا گیا ہے، بسا اوقات معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے یوزرس غلط افکار وخیالات سے متاثر ہوجاتے ہیں؛ اس لئے سب سے پہلے اس کے نظریہ وعقیدہ کو جانئے، اور جاننا بہت ہی آسان ہے اکثر ویب سائٹس پر عربی میں ''من نحن''، انگلش میں ''about us''، اور اردو میں ''ہم کون ہیں'' لکھا ہوتا ہے اس پر کلک کرکے اس کے بارے میں معلوم کیا جاسکتا ہے یا پھر جو مواد ہے اس مواد کو بھی پڑھنے سے معلوم ہوسکتا ہے، مثلاً قادیانیوں کا ہے تو وہاں حضرت مسیح مرزا غلام احمد قادیانی یا اس سے ملتے جلتے نام ملیں گے، اسی طرح شیعوں کا اگر ہے، تو وہاں ''امام'' اور حضرات اہل بیت کے لئے علیہ السلام لکھا ہوا ملے گا، ہر ایک کی پہچان مختصر سی تحریر میں نہیں بتائی جاسکتی ہے، بس اس کا خیال رکھیں کہ ویب سائٹس اور اس میں پیش کیا گیا مواد آپ کے نظریہ وعقیدہ کا حامل ہو۔

طلبہ اور اساتذہ کے لئے چند مفید پلیٹ فارم

زلیخا اویس

اس دور میں سوشل میڈیا کے بغیر زندگی اور دنیا کا تصور کرنا بھی ممکن نہیں رہا ہے۔ سماجی ویب سائٹس کا ہماری زندگی میں عمل دخل اور استعمال روز بہ روز بڑھتا جارہا ہے اور باہمی تعلقات سے معلومات کے حصول اور خریداری تک ہم سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارمز کے مختلف طریقوں سے استعمال کررہے ہیں۔

تاہم سوشل ویب سائٹس کو بہت سے لوگ نوجوان نسل اور تعلیم کے لیے تباہ کُن سمجھتے ہیں۔ ایسے افراد میں والدین، اساتذہ اور تعلیمی اداروں کے اکثر منتظمین بھی شامل ہیں، جن کی نظر میں ٹوئٹر، فیس بک اور انسٹا گرام جیسی سماجی سائٹس کی وجہ سے نوجوانوں کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے اور ان کی تعلیم کا نقصان ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی چیز کا غلط اور بے جا استعمال ہمارے لیے ضرر رساں ثابت ہوتا ہے، لیکن اس کا صحیح طور پر برتنا ہمیں فوائد اور کامیابیوں سے ہم کنار کرتا ہے۔

ہمارے اساتذہ اور تعلیمی اداروں کو یہ حقیقت سمجھنا ہوگی کہ سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارمز درس وتدریس کے ٹولز بن سکتے ہیں اور بن رہے ہیں۔ فیس بک، ٹوئٹر، انسٹا گرام اور دیگر سماجی ویب سائٹس اور ایپلی کیشنز تعلیمی مقاصد کے لیے استعمال کی جاسکتی ہیں، تاہم اس کے لیے اساتذہ کو ان کے استعمال کی مہارت ہونی چاہیے۔ ان سائٹس کو کس طرح درس وتدریس کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے اور کون سا سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارم کس طرح تعلیمی مقاصد میں معاون ومددگار ثابت ہوسکتا ہے؟ آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں:

Snapchat

تصاویر اور ویڈیوز میسیجنگ کی مقبول ایپلی کیشن اسنیپ چیٹ کے ذریعے طلبہ وطالبات کو بروقت نصاب اور تعلیمی مواد پڑھنے، سمجھنے اور یاد کرنے کے عمل میں مشغول کرایا جاسکتا ہے۔ یہ تجربہ دنیا کئی جامعات میں کامیابی سے جاری ہے۔ اس حوالے سے برطانیہ کی یونی ورسٹی آف کنگسٹن کی خاتون لیکچرر Beryl Jones کی مثال بہت مناسب ہوگی۔ Beryl Jones تعلیمی سال کے آغاز پر اسنیپ چیٹ کا استعمال کرتے ہوئے طالب علموں کے سوالات کے جواب دینے کا سلسلہ شروع کیا۔

Beryl Jones اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ایسا کرنے کا مقصد یہ تھا کہ طلبہ کو مزید سرگرمی کے ساتھ مشغول کیا جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسے میں جب میں اپنے شاگردوں کے سامنے نہیں تھی اور لیکچر ہال میں اپنی تیار کردہ سلائڈز کے اسنیپ شاٹس کے ذریعے انھیں سمجھاتی۔ وہ اسنیپ چیٹ کو چیزوں کو سمجھنے کے لیے استعمال کرتے جنھیں سمجھنے میں انھیں مشکل پیش آتی۔ اسی طرح اس ذریعے سے انھیں اپنے سوالوں کے جواب بھی حاصل ہوتے۔

Trello

پروجیکٹس بنانے کے سلسلے میں مدد دینے والی اس ایپلی کیشن کی مدد سے طلبہ تصاویر، وڈیوز اور دستاویزات تھریڈز کی صورت میں گروپ میں شیئر کرسکتے ہیں۔ یہ ٹول مختلف بورڈز، جیسے Pinterest پر تبادلہ خیال یہ بحث ومباحثے کی سہولت بھی فراہم کرتا ہے۔ چناں چہ طلبہ اس کے ذریعے متعلقہ معلومات پن اور شیئر کرسکتے ہیں۔

Vine

اس سوشل نیٹ ورکنگ ٹول کے ذریعے چھے سیکنڈ کے دورانیے پر محیط وڈیوز بنانے اور شیئر کرنے کی سہولت سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اس طرح یہ سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارم دیگر مقاصد کے ساتھ اعلیٰ تعلیم کے اداروں کی تدریس میں بھی معاون ومددگار

ثابت ہوسکتا ہے۔اس ٹول کو یونی ورسٹی کیمپس دکھانے اور جامعہ میں ہونے والے مختلف ایونٹس کی تشہیر کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔مگراس کی اصل اہمیت یہ ہے کہ یہ طلبہ کو تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف رکھنے کا ایک بہت اچھا ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے۔

اگر یونیورسٹی میں کسی اہم اور طلبہ کے لیے دلچسپی کی حامل شخصیت کو بہ طور مقرر مدعو کیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں وائن کی مدد سے اس کی تقریر کے اہم جملوں کو متعلقہ طلبہ برادری میں بہ آسانی شیئر کیا جاسکتا ہے۔

یہی نہیں، بل کہ اس سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارم کو استعمال کرتے ہوئے جامعات کی سرگرمیوں، لیکچرز اور تعلیمی مواد کو وائرل کیا جاسکتا اور مختلف تعلیمی اداروں کے درمیان شیئر کیا جاسکتا ہے۔اس طرح کراچی یا لاہور میں موجود طلبہ لندن یا نیویارک کی کسی جامعہ میں ہونے والی تدریسی سرگرمیوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

*Pocket

یہ ''بک مارکنگ'' سروس اپنے یوزرز کو مختلف آرٹیکلز کے لنکس ڈاؤن لوڈ کرنے اور انھیں اپنے آن لائن میگزین میں شامل کرنے کی سہولت فراہم کرتی ہے۔اس سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارم کے استعمال کنندگان اس سروس کے دیگر یوزرز کی فیڈز کو بھی فالو کرسکتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ طلبہ ان اساتذہ سے فیض یاب ہوسکتے ہیں جو ان کی تعلیم سے متعلق مضامین اور مواد کے لنکس اس سروس کے ذریعے شیئر کرتے ہیں۔

GoogleDocs

علمی مواد اور دستاویزات کا تبادلہ کوئی نئی بات نہیں، اس کے ساتھ فیڈ بیک دینے کا رجحان بھی نیا نہیں۔گوگل ڈوکس کی سروس اپنے یوزرز کو یہ دونوں سہولتیں فراہم کرتی ہے۔اس ٹول کی مدد سے طلبہ ایک دوسرے کو ان کی شیئر کی جانے والی دستاویزات پر فیڈ بیک دے سکتے ہیں، جو حوصلہ افزائی اور معلومات کی فراہمی کا سبب بنتا ہے۔اس

کے علاوہ گوگل ڈوکس کی سروس اپنے استعمال کنندگان کو ایڈیٹنگ اور کمنٹس کی سہولت بھی فراہم کرتی ہے۔

ان اہم سہولیات کے باعث طلبہ اس سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارم پر اپنے گروپ بنا کر اپنے میسر آنے والے اور پسندیدہ وقت کے مطابق کام کرسکتے ہیں اور وہ سب فوائد حاصل کرسکے ہیں جو جامعہ میں ہونے والے کسی سیمینار میں شریک ہوکر انھیں ملیں گے۔

*Italki

اگرچہ ابتدائی طور پر یہ سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارم ریکارڈنگ ٹول کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے، تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے ایک ایسے پلیٹ فارم کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے جہاں جامعات میں دیے جانے والے لیکچر ریکارڈ کر کے طلبہ کے استفادے کے لیے اپ لوڈ اور ای میل کے ذریعے شیئر کیے جاسکتے ہیں۔اس سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارم پر ریکارڈ کیے جانے والے مواد کے ساؤنڈ کی کوالٹی بہ آسانی تبدیل کر دینے کی سہولت بھی موجود ہے۔

Wunderlist

تعلیمی مقاصد کے لیے یہ سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارم بہت سود مند ثابت ہوسکتا ہے۔خاص طور پر ان طلبہ کے لیے جو اپنی تعلیمی سرگرمیاں منظم انداز میں جاری نہیں رکھ پاتے۔

اس ایپلی کیشن پر طلبہ اور اساتذہ الگ الگ فولڈرز بنا کر module، نوٹس، مختلف تعلیمی سرگرمیوں کے لیے مقررہ تاریخوں کا شیڈول، کنیکٹکس لسٹس وغیرہ کو محفوظ کرسکتے ہیں۔

Instagram

اگر چہ یہ سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارم عمومی طور پر تفریح طبع اور سیلفیز کے لیے استعمال ہوتا ہے مگر یہ صرف سیلفیز کے لیے نہیں ہے۔ یہ امیج شیئرنگ ٹول کورس ورک کے لیے ڈیٹا جمع کرنے لیے بہت اچھا ذریعہ ہے۔اس طرح طلبہ کو دوسروں سے ڈیٹا لیے کے بہ جائے اس ٹول کی مدد سے اپنا مطلوبہ ڈیٹا خود منتخب اور جمع کرنے کی سرگرمی میں مشغول کیا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ انسٹا گرام پر طلبہ اپنا تعلیم سے متعلق مواد اپ لوڈ، ٹیگ اور ایک دوسرے کی فیڈز پر کمنٹ بھی کر سکتے ہیں، جس سے کسی موضوع پر باہمی مکالمے کا صحت مند رجحان فروغ پاتا ہے۔

سماجی رابطے کے ویب سائٹس اور اپلیکیشنز کی افادیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا تاہم ان کے بے جا استعمال کا نقصان بھی ہوسکتا ہے۔فیس بک، واٹس ایپ، ٹویٹر، انسٹا گرام، پنٹرسٹ، ٹمبلر ،لنکڈ ان، گوگل پلس، اسکائپ، موبائل گیمیں، بلاگز، گیموں کی ویب سائٹس اور سینکڑوں نت نئے اپلیکیشنز سے لوگ جتنے محظوظ ہوتے ہیں اور جتنے مثبت طریقے سے ان کا استعمال کر پاتے ہیں اس سے کہیں زیادہ ان اپلیکیشنز کی وجہ سے مشکلات کا شکار بھی رہتے ہیں۔سماجی رابطوں کی ویب سائٹس یا عام طور پر انٹرنیٹ کے استعمال سے متعلق صحیح فیصلہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس حوالے سے تحقیق کرے، پڑھے اور اس کے بعد ہی کسی ویب سائٹ یا اپلیکیشن کو استعمال کرنا شروع کریں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ نسل نو پہ سوشل میڈیا کے استعمال پر پابندی عائد کی جائے یہ حکومت کے لیے ممکن ہی نہیں، نہ ماں باپ کے بس کی بات ہے۔ یہ نہ صرف وقت کی ضرورت بن چکی ہیں بلکہ ان کی لا انتہا افادیت بھی ہے۔سوشل میڈیا کی سب سے بڑی افادیت یہ ہے کہ پڑھنے والے اور پڑھانے والے اس کے ذریعے ہر لمحہ رابطے میں رہ سکتے ہیں اور اس طرح سوشل میڈیا تعلیم کی ترسیل میں بہترین معاون ثابت ہورہی ہے۔اس کے علاوہ طلبہ کو انٹرنیٹ پر موجود مفت لائبریری اور دیگر مواد تک آسان رسائی

حاصل ہے جو پڑھائی میں مددگار ثابت ہوسکتی ہیں۔ ریسرچ سے یہ بات بھی ثابت ہوچکی ہے کہ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال سے طلبہ کے نتائج بہتر آتے ہیں اور ان کی غیر حاضریاں کم ہوتی ہیں۔ایک اندازے کے مطابق 60 فیصد طلبہ پڑھائی سے متعلق بات چیت کے لیے سماجی رابطے کے ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ میں نے ذاتی طور پر ایک ویب سائٹ کا استعمال کیا ہے جس میں پوری کلاس شامل ہوسکتی ہے۔ یہاں اسائمنٹس دی جاتی ہیں، سب اپنے مسائل ڈسکس کر سکتے ہیں اور کلاس کا کوئی بھی ممبر یا ٹیچر اس مسئلے کو حل کرسکتا ہے۔ نیز ہر طالب علم کا رزلٹ اور پروگریس وقت کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ پر اپڈیٹ ہوتا رہتا ہے۔آج کل بہت سارے قومی اور بین الاقوامی اسکالرشپس بھی انٹرنیٹ کی بدولت نوجوانوں کی پہنچ میں ہیں

بقیہ عمومی اثرات۔۔۔جس کے ازالہ اور دفعیہ کے لئے ماہرین حضرات انتھک کوششیں کررہے ہیں لیکن یہ ایک ایسی بلا ہے جو رکنے اور ٹھہرنے کا نام ہی نہیں لے رہی۔

بہرکیف اگر یہ کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ پورے انسانی معاشرہ پر سوشل میڈیا کے غلط استعمال اور اس کے مرتب ہونے والے سلبی یا حقیقی اعراف کی وجہ سے وقت بایں مارسید کہ بعض ماں جیسی پیاری ذات (جسے جنت کہا گیا ہے) اور بعض باپ جیسی عظیم ہستی (جسے جنت کا دروازہ کہا گیا) کو اپنی اولاد سے محبت وشفقت پیار والفت اور تعلیم وتربیت کے لئے وقت نہیں ملتا، اللّٰھم احفظنا منہ۔اور ان جیسے والدین واولاد کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ ماں کے پیٹ سے نہیں بلکہ سوشل میڈیا سے مؤثر ہیں۔

خلاصہ یہ کہ انسانی زندگی پر سوشل میڈیا کے عمومی اثرات بہت تیزی سے مرتب ہورہے ہیں، اور ان اثرات کے فوائد ونقصانات پر ارشاد باری تعالیٰ ہے ”یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما“ سے مستفاد حکم بالکل مناسب وموزوں معلوم ہوتا ہے۔

سوشل میڈیا: چند احتیاطی تدابیر!

اسمارٹ فون اور تھری جی/فور جی کی بدولت سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ پر موجود دوسری ویب سائٹس تک رسائی اتنی آسان ہوگئی ہے کہ ہمارے روزمرہ معمولات کا حصہ بنتی جارہی ہے جب کہ آج انٹرنیٹ تک رسائی کے لیے کوئی خاص مہارت درکار نہیں اور صرف چند سال کا چھوٹا بچہ بھی بہ آسانی انٹرنیٹ استعمال کرلیتا ہے لیکن اگر لاپرواہی برتی جائے تو یہی سہولت اور آسانی بہت سی مشکلات کا پیش خیمہ بھی بن سکتی ہے البتہ سوشل میڈیا اور موبائل ایپس کے بارے میں کچھ احتیاطی تدابیر پر عمل کرکے آپ خود کو ان مشکلوں سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

مضبوط پاس ورڈ: ای میل یا سوشل میڈیا اکاؤنٹ میں سائن ان ہونے کے لیے پاس ورڈ ایسا رکھیے جو نسبتاً طویل ہو اور جس میں حروف کے ساتھ ساتھ اعداد بھی استعمال کیے جائیں۔ اس طرح کے پاس ورڈز مضبوط خیال کیے جاتے ہیں کیونکہ ہیکرز انہیں آسانی سے توڑ نہیں سکتے۔ اس کے علاوہ کوشش کریں کہ سال میں کم از کم 2 مرتبہ اپنا پاس ورڈ تبدیل کریں ورنہ ہیکنگ کی صورت میں آپ کا پرانا پاس ورڈ لمبے عرصے تک خطرے کا باعث بنا رہے گا۔

شیئرنگ میں احتیاط: سوشل میڈیا پر اپنے بارے میں بہت ہی نجی قسم کی معلومات نہ دیں۔ اگر کچھ ایسی باتیں ہیں جن سے آپ صرف اپنے دوستوں ہی کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں تو فیس بک اور انسٹاگرام، دونوں پر یہ آپشن موجود ہے اس کا استعمال کریں۔

محفوظ پروٹوکول کا استعمال: سوشل میڈیا، ای میل اور ایسی دوسری ویب سائٹس HTTPS (سیکیور ہائپر ٹیکسٹ ٹرانسفر پروٹوکول) کا استعمال کرتی ہیں۔ یہ پروٹوکول ان ویب سائٹس تک محفوظ رسائی کو یقینی بناتا ہے۔ اگر کسی عوامی جگہ پر دستیاب

انٹرنیٹ کنکشن سے لاگ اِن کرنے کا ارادہ ہو تو پہلے دیکھ لیں کہ متعلقہ ویب سائٹ کے ایڈریس میں کہیں صرف HTTP تو نہیں لکھا ہوا کیونکہ اگر ایسا ہے تو سمجھ لیں کہ آپ غیر محفوظ نیٹ ورک کے ذریعے اپنی مطلوبہ سروس سے لاگ اِن ہو رہے ہیں اور کسی بھی ہیکر کا آسان ہدف ثابت ہو سکتے ہیں۔

سوچ سمجھ کر دوست بنائیے: جب بھی سوشل میڈیا پر آپ کو دوستی کی درخواست موصول ہو تو سب سے پہلے درخواست بھیجنے والے کے بارے میں معلومات حاصل کرلیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی دھوکے باز ہو اور مستقبل میں انٹرنیٹ پر جان پہچان بڑھا کر آپ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہو۔

مدد کی جھوٹی درخواستیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کے کسی واقف کار یا دوست کا اکاؤنٹ ہیک کرلیا گیا ہو جس سے آپ کو مدد کے لیے فوری رقم مہیا کرنے کی درخواست دی جارہی ہو۔ ہیکروں کی جانب سے اس طرح کے حملوں کو ''فشنگ اٹیک'' کہتے ہیں۔ ایسی کسی بھی ای میل یا پیغام پر جذباتی ہونے کے بجائے پہلے اس فرد سے براہِ راست رابطہ کرکے یہ معلوم کریں کہ کیا اس نے واقعی آپ کو ای میل کی ہے یا نہیں۔ اگر وہ منع کرے تو فوری طور پر اسے پاس ورڈ تبدیل کرنے کے لیے کہیں۔

ضرورت سے زیادہ جاننے کی خواہشمند ایپس سے ہوشیار: غیر معروف اور نامعلوم کمپنیوں کی بنائی ہوئی ایپس اگر انسٹال کرتے وقت آپ سے بہت زیادہ سوالات کریں اور آپ کی کونٹیکٹ لسٹ تک رسائی بھی مانگ بیٹھیں تو ہوشیار ہوجائیں کیونکہ یہ کسی ہیکر کی چال بھی ہوسکتی ہے جو آپ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرکے آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کرسکتا ہے۔

پاس ورڈ خفیہ رکھئے: اپنے ای میل/سوشل میڈیا پاس ورڈز خفیہ رکھیں اور کسی کو بھی ان کے بارے میں نہ بتائیں۔ یہ بھی اہم ہے کہ کوئی سی بھی دو الگ الگ سروسز کے لیے یکساں پاس ورڈ ہرگز نہ رکھیں۔

زیادہ معلومات نہیں: سوشل میڈیا پر اپنے بارے میں صرف وہی معلومات دیں جنہیں فراہم کرنا اشد ضروری ہو، بہت ممکن ہے کہ آپ بے دھیانی میں اپنے متعلق کچھ ایسی معلومات فراہم کر بیٹھیں جنہیں استعمال کر کے کوئی ہیکر بہ آسانی آپ کو مالی، جسمانی اور نفسیاتی نقصان پہنچا سکے۔

ہر بات نہ بتائیے: سوشل میڈیا پر یہ رجحان بڑھتا جا رہا ہے کہ لوگ اپنی چھوٹی چھوٹی باتوں سے لے کر ہوائی جہاز کے سفر اور خریدی گئی مہنگی چیزوں تک کے بارے میں معلومات شیئر کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ معلومات مجرموں اور اغوا برائے تاوان کے کاروبار سے وابستہ لوگوں کو آپ کی طرف متوجہ کر سکتی ہیں اور آپ کو ان کا اگلا ہدف بنا سکتے ہیں۔

آٹو جیوٹیگنگ سے ہوشیار: کچھ سروسز جی پی ایس کی مدد سے آپ کے موجودہ مقام پر نظر رکھتی ہیں اور جیسے ہی آپ اپنا اسٹیٹس اپ ڈیٹ کرتے ہیں وہ خود بخود آپ کی موجودہ جگہ بھی اس میں شامل کر دیتی ہیں۔ یہ عمل آٹو جیوٹیگنگ کہلاتا ہے جو حفاظت کے نقطہ نگاہ سے بہت خطرناک ہے۔ اگر کسی سروس میں آٹو جیوٹیگنگ کا آپشن موجود ہے تو اس ڈس ایبل ہی رکھیں۔

اب پچھتاوے کا کیا فائدہ: آپ کا اسٹیٹس ہو یا کوئی تصویر، جو کچھ بھی آپ انٹرنیٹ پر شیئر کراتے ہیں وہ ہمیشہ کسی نہ کسی سرور پر موجود رہتی ہے، چاہے آپ اسے ڈیلیٹ ہی کیوں نہ کر چکے ہوں۔ اس لیے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر کچھ بھی شیئر کرانے سے پہلے اچھی طرح سوچ لیں ورنہ بعد میں پچھتانا بھی پڑ سکتا ہے۔

حساس معلومات میں احتیاط: اگر آپ کسی کمپنی میں ملازم ہیں تو اپنے کام سے متعلق حساس یا خفیہ معلومات بھول کر بھی انٹرنیٹ یا سوشل میڈیا پر پیش نہ کریں گا ورنہ آپ اپنی ملازمت سے بھی ہاتھ دھو سکتے ہیں۔

خاندان اور سماج پر سوشل میڈیا کے اثرات

علینہ ملک

سوشل میڈیا نے جہاں مردوں کو اپنا گرویدہ بنایا وہیں خواتین بھی اس سے پوری طرح مستفید ہو رہی ہیں، ایک وقت تھا جب صرف مرد حضرات ان ویب سائٹس کا زیادہ استعمال کرتے نظر آتے تھے، مگر آج یہ صورتحال ہے کہ خواتین بھی اس دوڑ میں پوری طرح شامل ہو چکی ہیں۔ ایک طرف وہ خواتین جو کاروباری شعبے میں اپنا مقام بنا رہی ہیں اور اپنی محنت اور کوشش سے کاروبار کی دنیا میں اپنا مقام بنا رہی ہیں، ان میں سے بیشتر خواتین اپنے ذاتی کاروبار سے وابستہ ہیں اور جنہوں نے چھوٹے پیمانے پر اپنے کام کا آغاز کیا اور اب اکثر خواتین آن لائن بزنس چلا رہی ہیں۔ مثال کے طور پر کچھ خواتین جو بیوٹی پالر چلاتی ہیں یا بوتیک چلا رہی ہیں، اب وہ اپنے پالر اور بوتیک کی پبلسٹی کے لئے اپنے فیس بک پیجز بنا رہی ہیں جس سے ان کے گاہکوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے اور آن لائن خرید اور بیچ میں نمایاں اضافہ ہوا کیونکہ فیس بک کی بدولت رسائی آسان بن گئی ہے۔ یوں سوشل میڈیا کی بدولت بزنس کی پروموشن میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ مگر کچھ فوائد کے ساتھ ساتھ انہیں ویب سائٹس نے کو خواتین کو ذہنی مریض بنانے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی، آج نہ صرف وہ خواتین جو گھریلو ہیں بلکہ ورکنگ وومین بھی اس کی وجہ سے بہت سے مسائل کا شکار ہو رہی ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بیشتر خواتین کو اپنے شوہروں سے یہ شکایت ہے کہ ان کی شوہروں کے پاس ان کے لئے کوئی ٹائم نہیں کیونکہ وہ اپنا سارا وقت میڈیا ویب سائٹس پہ گزار رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ خانگی مسائل جنم لے رہے ہیں مردوں کی سوشل نیٹ ورکس کے ساتھ اس حد تک دلچسپی پر ان کی بیویوں نے اعلانیہ اپنے غم اور غصے کا اظہار شروع کر دیا ہے، ان میں سے بعض یہ کہہ رہی ہیں کہ ان کے خاوند اس طرح سوشل میڈیا پر دوسری عورتوں کے ساتھ دل لبھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اپنے

شوہروں سے نالاں خواتین نے طلاقیں لینا شروع کردی ہیں اور صورتحال یہ ہے کہ آج ۰۸ فیصد گھروں کے ٹوٹنے میں سب سے اہم کردار اس سوشل میڈیا کا ہے جس نے میاں بیوی کے درمیان دوریاں پیدا کردی ہیں اور جس کی وجہ سے خاندان کے خاندان تباہ ہورہے ہیں اور خانگی نظام بری طرح متاثر ہورہا ہے بچے متاثر ہورہے ہیں۔ زندگی میں ذہنی تناؤ بڑھ رہا ہے۔ کچھ خواتین کے خیال میں ان کے شوہر سوشل میڈیا نیٹ ورک کے نشے میں مبتلا ہوچکے ہیں اور وہ یہ بھول گئے ہیں کہ ان کا کوئی خاندان بھی ہے وہ اپنا سرا سارا وقت، پوری پوری رات موبائل نیٹ ورک اور چیٹ روم اور مختلف گرپس میں گفتگو کرتے ہوئے گزارتے ہیں اور بیوی بچوں کو نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ انہیں نت نئی لڑکیوں کے ساتھ چیٹ کرنے اور دلگی کرنے میں زیادہ مزہ آنے لگا ہے اور وہ اپنی بیویوں سے بے زار رہتے ہیں چنانچہ ایسی خواتین مسلسل تکلیف دہ عمل سے گزر کر ڈپریشن کا شکار اور مختلف بیماریوں میں مبتلا ہورہی ہیں اور بے خوابی اور عدم تحفظ کا شکار ہوکر چڑ چڑی ہوتی جارہی ہیں۔ چک وشبے کا شکار ہونے کی وجہ سے لڑائی جھگڑا گھر کا سکون بھی برباد کردیتا ہے اور بہت سی خواتین تو اس صورتحال میں ہر وقت اپنے شوہروں کی جاسوسی میں لگی رہتی ہیں جس کی وجہ سے گھر اور بچے بھی متاثر ہورہے ہیں اور یہ چیز معاشرے کے لئے بہت نقصان کا باعث ہے۔

سماجی رابطوں کی ویب سائٹس نے جہاں فاصلوں کو کم کیا ہے وہیں اس کے وسیع منفی اثرات سے بچے سب سے زیادہ متاثر ہورہے ہیں۔ ایک تازہ ترین رپورٹ کے مطابق سوشل میڈیا پر زیادہ وقت گزارنے والے بچوں کی جذباتی اور سماجی نشونما مین تاخیر ہوسکتی ہے کیونکہ وہ زیادہ وقت مجازی دنیا میں گزارتے ہیں۔ اور جس کی وجہ سے ان کی ذہنی صحت بھی متاثر ہورہی ہے۔ ہر روز اپنا زیادہ وقت سوشل ویب سائٹس پر گزارنے والے بچوں میں جذباتی مسائل، ہائپرا یکٹیویٹی اور خراب رویہ پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کے دور میں بچوں نے اپنی تعلیم اور کتابوں سے زیادہ سوشل میڈیا میں دلچسپی لے لی ہے۔ ایک دور تھا جب بچے اسکول جاتے اور پھر گھر آکر اپنی پڑھائی پر توجہ دیتے

تھے اور کچھ وقت کھیل کود کو دیا کرتے تھے جس سے وہ ذہنی اور جسمانی طور پر تندرست رہتے تھے۔ مگر جب سے انٹرنیٹ، موبائل کے ذریعے سوشل ویب سائٹس کا عفریت ہماری جڑوں میں آبسا ہے تو اس سے سب سے زیادہ متاثر نوجوان نسل اور کم عمر بچے ہو رہے ہیں۔ آج بچے اپنا سارا سارا وقت موبائل اور کمپیوٹر کے استعمال میں صرف کردیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ذہنی اور جسمانی صحت بھی بری طرح متاثر ہورہی ہے۔ نوجوان فیک آئی ڈیز بنا کر کالج اور اسکول کی لڑکیوں کی تصاویر لگا کر معصوم لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں اور اپنے تھوڑی سی انجوائمنٹ کے لئے اپنا اور دوسروں کا وقت بھی ضائع کررہے ہیں اور دوسروں کے جذبات اور احساسات سے کھیل کر خوشی محسوس کرتے ہیں، تو دوسری طرف زیادہ تر لڑکیاں فلمی اداکاراہوں اور ماڈلز کی خوبصورت اور ہیجان انگیز تصاویر لگا کر لڑکوں کو متاثر کرنے کوشش میں مصروف رہتی ہیں اور پھر کسی کے ساتھ محبت کا تعلق بنا کر بہت سے مسائل کا شکار ہوجاتی ہیں کیونکہ ۹۰ فیصد لڑکے صرف دل لگی کر رہے ہوتے ہیں۔ اور دوستی کے نتیجے میں ملاقات کے بہانے بہت سی لڑکیاں اغواہ برائے تاوان اور جنسی زیادتی کا بھی شکار ہورہی ہیں۔ آج کیونکہ سوشل میڈیا کی بدولت جنسی ویب سائٹس تک رسائی آسان ہوچکی ہے لحاظہ نوعمر بچے خاص طور پر لڑکے ان ویب سائٹس کو دیکھ کر اخلاقی اور جنسی بے راہ روی کا شکار ہورہے ہیں وہ اپنا سارا سارا وقت ان ویب پیجز پر گزارتے ہیں جس کی وجہ سے اپنی ذہنی اور جسمانی صحت خراب کر بیٹھتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ بعض نوجوان سیکسی پروفائل پکس اور غیر اخلاقی اور بے پردہ تصاویر لگا کر بے حیائی پیدا کررہے ہیں۔ جس سے مسلمان اور پا پردہ خواتین کی عزت نفس بھی مجروح ہورہی ہے۔ اس کے علاوہ ان ویب سائٹس پر ہر قسم کی معلومات شئر کرنے کے بھی بہت خراب نتائج سامنے آرہے ہیں۔ لوگوں میں عداوت، حسد اور جلن جیسے منفی اثرات پیدا ہورہے ہیں، وقت کا ضایع بچوں کا مستقبل تاریک کررہا ہے۔ بچوں کے سلسلے میں کوتائی کے زمدار وہ والدین ہیں جو اپنے بچوں کو موبائل اور کمپیوٹر کے زیادہ استعمال سے منع نہیں کرتے اور

ان کا کوئی ٹائم شیڈول نہیں بناتے نہ ان پر نظر رکھتے ہیں کہ بچے سارا وقت ان پر کیوں وقت ضایع کرتے ہیں اور کیا کیا دیکھتے ہیں۔اور ان کی تعلیم اور رزلٹ کیوں متاثر ہو رہا ہے۔

غرض سوشل میڈیا ویب سائٹس کا استعمال لوگوں کا جہاں کچھ فائدے پہنچا رہا ہے وہیں بہت سی اخلاقی اور معاشرتی برائیوں میں بھی مبتلا کر رہا ہے لوگوں کی زندگی سے سکون ختم کرنے کا اہم سبب بن رہا ہے۔ضرورت تو اس امر کی ہے کہ ہر شخص اس کا استعمال اعتدال میں کرنا سیکھے اور خود کو ان چیزوں کا عادی بنانے کے بجائے صرف ضرورت کے تحت ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے استعمال کریں،تو ہر قسم کی پریشانی اور مسئلے سے بچا جا سکتا ہے۔□□□□

ایک اہم مشورہ

"حقیقی زندگی میں ہم جس چیز کو عقل سلیم سے تعبیر کرتے ہیں،فیس بک اور ٹوئٹر پر بھی وہی چیز عقل سلیم ہوتی ہے۔اس لئے "فیس بک یا ٹوئٹر پر ضرورت سے زیادہ چیزیں شائع نہ کریں۔اس میں اپنا سارا وقت نہ لگائیں۔اگر کریں بھی تو اس کا مظاہرہ کرنے سے گریز کریں۔ٹوئٹر پر لکھی ہوئی باتیں ہمیشہ یا طویل عرصہ تک رہتی ہیں اور اس سے حقیقی نقصان ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔" یہ مشورہ آپ کیلئے سری سری نواسن کا ہے جو کہ کولمبیا یونیورسٹی میں گریجویٹ اسکول آف جرنلزم میں طلبہ کے امور کے ڈین اور پروفیسر ہیں۔ "اسپین" کے ساتھ ایک انٹرویو میں سری نواسن نے کہا کہ "سوشل میڈیا کو زیادہ محفوظ طریقے پر آپ اپنے خیالات کی ترسیل کیلئے استعمال کر سکتے ہیں،بجائے اس کے کہ آپ یہ لکھیں کہ آپ نے ناشتے میں کیا کھایا۔احمقانہ چیزوں کو پوسٹ کرنے اور گیم کھیلنے کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال نہیں کیا جانا چاہئے۔یہ طویل مدتی تعلقات بنانے اور ربط بڑھانے کا ذریعہ ہے۔تاکہ جب کوئی آپ کا پروفائل دیکھے تو آپ کے بارے میں اچھا تاثر قائم کرے۔یہ نہ کہے کہ یہ شخص خواہ مخواہ اپنا ڈھیر سارا وقت برباد کرتا ہے۔ماخوذ

ڈیجیٹل آرمی کی ضرورت□

ملکی اور عالمی تناظر میں

سمیع اللہ خان

سوشل میڈیا جدید تکنیکات میں سب سے مقبول ایجاد ہے، یہ اب صرف پیغام رسانی اور گھریلو خبری نہیں رہا اس کا دائرہ وسیع ترین ہوتا جا رہا ہے، اور یہ بات واقعاتی پیمانے پر سامنے آچکی ہے کہ سوشل میڈیا عالمی سیاست اور سیاسی پالیسیوں تک میں دخیل ہو چکا ہے، اقوام متحدہ، حقوق انسانی کی تنظیمیں یہاں تک کہ عالمی عدالتیں سوشل میڈیا کی فضا پر نظر رکھتی ہیں، تیونس، مصر، کے انقلابات سوشل میڈیا کی طاقت کے جیتے ثبوت ہیں۔

تیونس کا حال دگرگوں تھا، غربت، افلاس، مجرمانہ روش زوروں پر تھی، حکمراں طبقے نے عوام کو غیر ضروری مسائل میں الجھا رکھا تھا اور عوام کو جہنم میں جھونک رکھا تھا، کوئی امید نہیں تھی، کوئی امکان نہیں تھا، عوام کے ابھرنے کا، کیونکہ صحافتی ذرائع تک بک چکے تھے، لیکن عوامی میڈیا، یعنی کہ سوشل میڈیا جو کبھی قید ہو نہیں سکتا ہے نا بک سکتا ہے، وہ موجود تھا چند فکر مندوں نے اس کی دیر پا، دور رس طاقت کو بروئے کار لانے کی ٹھان لی اور جٹ گئے، اسی دوران وکی لیکس نے انکشافات کا سلسلہ شروع کیا اور اس میں تیونسی صدر زین العابدین کی بدعنوان کارستانیاں بھی سامنے آئیں اور خوب وائرل ہوئیں، ایک دن سوشل میڈیا پر اعلان ہوا اور لوگوں نے صدارتی محل کو گھیر لیا،، اور انجام کار زین العابدین آج تک تیونس سے فرار ہیں اور سعودیہ میں پناہ لیے ہوئے ہیں۔

موبائل فون پر سوشل میڈیا کے ذریعے ذہن سازی کر کے ہزاروں قارئین ہو رہے ہیں، ایک ایک قلمکار کے لاکھوں قارئین ہوتے جا رہے ہیں، ایک ایک سرگرم کارکن کا عالمی حلقہ بن رہا ہے، ذہنوں کو تریاقی غذا مل رہی ہے، ضرورتمندوں کے لیے

اداروں اور جماعتوں کے لیے کروڑوں کے عطیات ایک اعلان میں جمع ہوجاتے ہیں، نوجوانوں کی سمتیں متعین ہوتی ہیں، ملکی مسائل اور ترقیاتی امور کے لیے چرچا ہوتی ہیں، وہ مسائل اور وہ نکات جو انسان دشمن طاقتیں اپنے آشیانوں کو محفوظ کرنے کے لیے عوام سے چھپاتی ہیں، اور انہیں جز وقتی اُبال میں جھونک کر ان کی زندگیاں تباہ کردیتے ہیں وہ نکات، وہ حقائق ہم سوشل میڈیا کے ذریعے اپنی قوم اور اہل وطن کے سامنے لاسکتے ہیں۔

مشاہدات گواہی دیتے ہیں کہ اس اسلحے سے لیس قوم کے پاس لامحدود توانائی، اور اس درجہ مؤثر ہتھیار ہوجاتا ہے جس میں نا خون بہانے کی ضرورت نا سڑکیں جام کرنے کی بار بار ضرورت ہوتی ہے۔

سوشل میڈیا کی سرگرمی اور اثر پذیری سے پوری دنیا متاثر ہے، ۲۰۰۱ء میں فلپائن کے صدر جوزف ایسٹراڈا سے معافی کے مطالبے کی تحریک چلی تھی اس کی ابتدا بھی سوشل میڈیا سے ہوئی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ جوزف کو عہدہ چھوڑنا پڑا تھا، برطانیہ، امریکہ، مشرق وسطیٰ اور ہندوستان کے بے شمار حکمرانوں اور سیاسی ظالموں کی نیندیں وکی لیکس نے سوشل میڈیا کے ذریعے ہی حرام کردی تھی۔

وینزویلا کے صدر ہوگوشاویز نے اپنے ٹویٹر اکاؤنٹ سے متاثر ہوکر ایک پریس کانفرنس میں کہا تھا کہ چند دن کے اندر لاکھوں مداحوں کو جمع کرلینا ایک حسین اتفاق ہے، ہوگوشاویز نے امریکہ سے اختلافات رکھنے والے اپنے ہم افکار ممالک کیوبا اور بولیویا کو بھی سوشل میڈیا پر منظم کیا اور آج بھی یہ حقیقت ہے کہ ان ممالک کے عوام امریکہ و اسرائیل کی شدت پسندی اور انسانیت سوزی سے واقف ہیں اور ان کی پالیسیوں سے متنفر!

اسی سے اندازہ لگایئے کہ سوشل میڈیا کس قدر اثر انداز ہے کہ امریکہ اور اسرائیل نے باقاعدہ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ پر اپنے خلاف گردش کرنے والے پیغامات کاتوڑ کرنے کے لیے ایک شعبہ بنا رکھا ہے جسے ڈیجیٹل آوٹ ریچ ٹیم کہتے ہیں، اس کا

کام ہی یہی ہے کہ ان کے خلاف ان کے نظریات وسرگرمیوں کے خلاف لکھے جانے والے حقائق کا توڑ کرنا، اور ان حقائق کو متعلقہ ممالک اور افراد کے خلاف کردینا۔

راقم کو اس کا بارہا تجربہ ہوا ہے جو آج بیان کرتا ہوں کہ کئی دفعہ ہم نے امریکی و اسرائیلی پالیسیوں کے خلاف تحریر لکھی، اس کے چند لمحات بعد ہی امریکی محکمہ خارجہ کے ادارے ڈیجیٹل آوٹ ریچ شعبے نے اس کا جواب دیا اس کی مختلف صورتیں ہوا کرتی ہیں، یہ شعبے اپنے متعلق لکھے گئے حرف حرف پر نظر رکھتے ہیں اور ان کا جواب بھی دیتے ہیں، اور تعجّب خیز امر تو یہ ہے کہ ان یوروپین صحافتی شعبوں میں ہر ہر زبان چاہے وہ اردو زبان ہی کیوں نا ہو، اس کے ماہرین موجود ہوتے ہیں جو مستقل ان کی پالیسیوں اور سرگرمیوں پر ہمارے لکھے گئے تجزیات وتبصرات کو دیگر زبانوں میں منتقل کرتے ہیں۔

صرف یہی نہیں سوشل میڈیا، سماجی، فلاحی اور رفاہی مہمات میں ایک مؤثر وسیلہ ثابت ہونے لگا ہے، اور اب نیٹ ورکنگ کے ماہرین کے مطابق سوشل میڈیا، معاشی، تجارتی سرگرمیوں اور ان کی اشاعت وتشہیر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، پہلے تجارتی و صنعتی برادری اپنی ایجادات کے اشتہارات کے لیے ٹیلیوژن اور اخبار کا سہارا لیتی تھی لیکن اب یہ بیشتر امور سوشل میڈیا سے انجام دیے جارہے ہیں۔

تعلیمی وثقافتی سرگرمیوں میں تو سوشل میڈیا سے جس قدر استفادہ کیا جارہا ہے وہ جلد ہی ایک عظیم علمی ذریعہ بھی ثابت ہوگا، ویکیپیڈیا کا وجود سامنے ہے، جس قدر علمی اثاثہ محفوظ کرنا ہو اور جس نہج پر کرنا ہو آپ یہاں کرسکتے ہیں، کوئی آپ پر پابندی اور روک ٹوک نہیں ہے۔

سوشل میڈیا کے ٹولز ہر صارف کے لیے ہر آن کھلے ہوتے ہیں، اس کو استعمال کرنے کے لیے بہت زیادہ ڈگریوں اور مہارتوں کی ضرورت نہیں، بس ضرورت ہے کھرے کھوٹے کو پرکھنے کی یا کم از کم اچھائی لینے کا شعور ہو۔

ایسے گروپس میں رہیں جن کے منتظمین سے واقف ہوں یا کم ازکم ان کے افکار کے جانکار ہوں، اور علمی وثقافتی ادبی وملی اور تحریکی گروپس کو تلاش کر کے ان کا حصہ بنیں۔

راقم کی سوشل میڈیا سے لانبے عرصے سے بے شمار گروپس تشکیل دیے، بطور خاص اہل مدارس کے لئے اور مدارس و کالجز کے لیے، کوشش یہی رہی کہ کسی بھی طرح ہماری قوم اس ہتھیار کی اثراندازی سے واقف ہو، اور کم ازکم اس کا تعمیری استعمال کرسکے، اور اس کی باریکیوں نیز پیچ وخم سے بہت سابقہ پڑا ہے اور اس کی گیسوؤں کو سنوارنے کا کچھ کام کیا ہے، اس لیے آج یہ موضوع لے بیٹھا ہوں کہ کمیونٹی کے نوجوان ادھر اُدھر کی چیٹنگ ، بے مقصد اپلیکیشنز اور اطلاقیوں میں وقت گذاری اور جنسی تسکین کا اس سے کام لیتے ہیں اور صدی میں جوانیاں تباہ کرتے ہیں اور جس تباہی میں ہمارے نوجوان ساتھی جارہے ہیں یقیناً یہ کہا جاسکتا ہے کہ برصغیر کی قومیں اس وقت سوشل میڈیا سے گمراہ ہورہی ہیں، جرائم پیشہ اور آوارہ ہوتی جارہی ہیں، انٹرنیٹ کی دنیا سے کما حقہ فائدہ واقعی یوروپین اور مصرو تیونس کی اقوام نے اٹھایا ہے، ہمارے لوگوں کا اس سے بے خبر ہونا اور اس سے فائدہ نا اٹھاپانا بلکہ غلط فایدہ بہت بہت تباہ کن ثابت ہوگا۔

کیونکہ یہ تلخ حقیقت اور کڑوی سچائی ہے کہ اس وقت ہماری گنجان آبادیاں مجرموں کی آماجگاہ ہیں، جرائم پیشہ سرگرمیوں کا اڈہ ہیں اور منشیات کے سوداگروں کی بڑی منڈیاں ہیں، آج بھی ان کے رخ بدلے جاسکتے ہیں، آج بھی ہمارے نوجوان اولوالعزم ہوسکتے ہیں، کوئی بہت بڑے کاز کو کھڑا کرنے کی ضرورت نہیں، ان کا معالج ان کے ہاتھ میں ہے ان کی دوا اور ٹیبلیٹ ان کی جیبوں میں ہے اور وہ ہے سوشل میڈیا، بالیقین ان نوجوانوں کو ایک مخصوص ذہنیت نے اپنے سامراج کی بقاء اور اپنے شدت پسند مکھوٹوں کو محفوظ کرنے کے لیے کمال چالاکی سے منشیات کا عادی اور جرائم پیشہ بنایا ہے، تاکہ وہ مقصدیت سے ہٹے رہیں اور یونہی مرکھپ جائیں، لیکن صرف اس وجہ سے ہم انہیں ان

کے ذاتی مظالم کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑ سکتے، یہ انسانیت سے دغا ہوگی اپنے ضمیر سے دھوکہ اور اپنے وجود کا مفادات سے سودا ہوگا، ہمیں ان نوجوانوں کو باہر نکالنا ہوگا اس اندھیر نگری سے اجالوں اور ترقیاتی سرگرمیوں کی روشنی میں نہلانا ہوگا، یہ اصول ہے کہ تاریکی اور ظلمت غلاظت وگندھ روشنی اور پاکیزہ کوششوں کے آگے دم توڑ دیتی ہیں، اسلئے کوشش یہ کریں ہم کہ نوجوانوں کو سوشل میڈیا پر بیدار مغزی اور اولوالعزمی کی غذا پہنچائیں، ہم اس میدان میں ہیں لیکن جمانے کی کوئی خواہش نہیں ہے دور اور دیر تک کے انقلابی فائدے کا مشاہدہ کیا ہے تجربات ہوئے ہیں، اس لیے شدید آرزو ہے کہ اپنی قوم کے جوان جو فکری افلاس اور ذہنی سطحیت کی وجہ سے عیش وعشرت والی سرگرمیوں میں اپنے آپ کو ختم کررہے ہیں، جس سے صرف ان کا نہیں ان کے ماں، باپ، بھائی بہن، پورے گھرانے اور معاشرے کا دیوالیہ نکل رہا ہے، ان کو رخ دیا جائے، ان کی صلاحیتیں یہاں لگوائی جائیں، ان کی ارتقا کا سامان کیا جائے، سامنے کی بات ہے، جب ہمارے نوجوان ان سرگرمیوں میں حصہ لیں گے، ملت کی زبوں صورتحال میں اپنے وجود کی افادیت سمجھیں گے تو وہ نیک مقصدیت پر گامزن ہوں گے، اور یہ راستہ ایک بیدار مغز معاشرے کی تشکیل کرے گا۔

اس سلسلے میں سب سے مؤثر ذریعہ ٹوئٹر ہے، اور ٹویٹر ٹرینڈ ہے، ٹویٹر ٹرینڈ کا مطلب ہوتا ہے کسی بھی مسئلے پر عالمی بیداری پیدا کرنا، اور کہیں کسی پر ظلم ہوا ہے اور ظالم پر سسٹم مہربان ہے، یا کہیں کسی کو سسٹم یا فسطائی طاقتوں سے خطرہ ہے یا کوئی پالیسی ملکی ترقیات کے آڑے آتی ہو اور صرف کارپوریٹ سیکٹر کے مفاد میں ہو جس کی وجہ سے عوام پر اذیتوں کے بادل ٹوٹ سکتے ہوں، تو آپ ایسے کسی بھی مسئلے پر ٹویٹر کے ذریعے ٹرینڈ چلائیں اسے ۲ گھنٹے میں ٹویٹر پر اگر جس مسئلے پر ٹرینڈ چلایا جارہا ہے جس عنوان (ہیش ٹیگ) کے ساتھ اس عنوان کے تحت اگر چند لاکھ آراء درج ہوگئی تو آپ کا ٹرینڈ کامیاب

اور بلاکسی سڑک ومیدان کو بھرے آپ کسی نا کسی درجے میں مظلوموں کی مدد کر سکتے ہیں، ستائے ہوئے کی ڈھارس بندھا سکتے ہیں، فلاحی و رفاہی اداروں کا تعاون کر سکتے ہیں، تعلیمی مسابقت کر سکتے ہیں، اپنے افکار و نظریات کا تعارف کرا سکتے ہیں، بلکہ کئی جانیں بھی محفوظ کر سکتے ہیں۔

صرف اپنے موبائل پر چند گھنٹے اور کچھ ایم بی صرف کر کے، اسی طرح کے کئی ایک کامیاب ٹرینڈ چلانے کا تجربہ ہوا ہے، جس کے مثبت اثرات کا مشاہدہ بھی ہوا ہے، مظلوموں اور ستم رسیدوں کے حق میں زہریلی فضاؤں کو دم توڑتے دیکھا ہے، لیکن المیہ تو یہ ہے نا کہ سوشل میڈیا کی واہیاں تباہیاں بتانے والے تو بے شمار مقررین اور ناصحین ہیں جبکہ سب جانتے ہیں کہ نوجوان اسے کبھی نہیں چھوڑے گا، تو کیوں نا ہمارے دانشوران اس مؤثر عوامی صحافت کو ایک سمت دینے کی طرف قدم بڑھائیں، اور کاش کہ بیدار ذہن جوان اس کے ذریعے تعمیر و انقلاب کا عزم کریں، ہر ہر کمیونٹی کے افراد نے کچھ کیا ہو یا نا، لیکن اس پلیٹ فارم پر اپنا مضبوط قلعہ ضرور بنایا ہے، بیشتر جماعتوں نے باقاعدہ سوشل میڈیا پر اپنی ڈیجیٹل آرمی بنا رکھی ہے، جس سے وہ اپنے ایک علاقائی مسئلے پر بھی پوری دنیا کے انصاف پسندوں کو متوجہ کر لیتے ہیں، اس سلسلے میں رفیق محترم یاسر بھائی کی منجملہ کاوشوں میں سے، ان کے سلسلہ وار پروگرام سرجیکل اسٹرائک نے بہترین پیش رفت کی ہے، اور اب اس کی مذاکراتی صورت قابل تحسین اور لائق صد ستائش ہے۔

کاش کہ ہمارے نوجوان اور ہمارے علما، ٹیچرز و وکلا سب کے سب ہر فیلڈ کے ساتھی اگر سوشل میڈیا پر ایکٹیو ہو جائیں، ان سرگرمیوں کے لیے، اس بے سروسامانی کے عالم میں ظالموں کی گھیرا بندی کے لیے ڈیجیٹل آرمی کی ناگزیریت سے واقف ہوتے ہوئے ٹویٹر سے جڑ جائیں تو انقلابی فضائیں نظر آ سکتی ہیں، کیونکہ جن لوگوں نے اس کے ذریعے انقلابی تاریخ رقم کی ہیں وہ کسی دوسری دنیا اور تیسری صدی کی مخلوق نہیں وہ ہم اور آپ کے ہم عصر ہی ہیں۔□□□□

سوشل میڈیا کے صارفین ہوشیار!!

انٹرنیٹ پر غیر محسوس قبضہ

سوشل میڈیا سے پہلے ویب سائٹس اور ای میل کو زیادہ مقبولیت حاصل تھی۔ اب دیکھا جائے تو غیر تکنیکی لوگ انٹرنیٹ پر فیس بک وغیرہ تک ہی محدود ہوتے ہیں اور انہیں ای میل کا استعمال تک نہیں آتا، اس پہلو سے ان کے لیے فیس بک ہی انٹرنیٹ ہے، ان کی تمام معلومات فیس بک پر موجود ہوں گی، چاہے وہ زندگی کے کسی شعبے کے حوالے سے ہوں، اسی طرح کی مثال بلاگ کی لیجیے، بلاگز کی دنیا میں ٹمبلر، ورڈ پریس یا بلاگر مشہور ہیں جو مفت بلاگ کی سہولت مہیا کرتے ہیں، ویڈیوز کی دنیا میں یوٹیوب، تصاویر کے لیے انسٹاگرام، فلکر، پن ٹرسٹ وغیرہ۔ وعلیٰ ھذا القیاس، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انٹرنیٹ پر چند بڑی کمپنیوں کا قبضہ ہو چکا ہے جو تمام صارفین کا ڈیٹا جمع کرتی جا رہی ہیں۔ تکنیکی اعتبار سے یہ ڈیٹا سینٹرلائزڈ (centralized) ہو چکا ہے جو کوئی اچھی علامت نہیں ہے۔ انٹرنیٹ کی ٹیکنالوجی ہر ایک کے لیے اوپن ہے اور رہنی چاہیے۔ لیکن ان کمپنیز کی بدولت یہ اوپن نہیں رہی۔ آپ کا ڈیٹا اس وقت تک آپکا ہے جب تک آپ کسی سوشل سائٹ پر نہیں دیتے۔ جوں ہی آپ نے نشر کیا وہ آپ کی پہنچ سے باہر ہو گیا۔ چاہے آپ اس کو حذف کر دیں، وہ کمپنی کی ملکیت رہے گا۔ اور کمپنیاں حکومتوں کے تابع ہوا کرتی ہیں، وہ جہاں چاہیں اور جیسے چاہیں استعمال کریں۔ ویب کے موجد، سرٹم–برنرز لی کو بھی اس حوالے سے تشویش ہے اور وہ اس کا مختلف مواقع پر اظہار کر چکے ہیں۔ ورلڈ وائڈ ویب کی تازہ کانفرنس جو کہ جواپریل 2016 میں کینیڈا کے شہر مونٹریال میں منعقد ہوئی، اس میں بھی انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ویب کو پھر سے ڈی–سینٹرلائز کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی قسم کی تحقیقاتی کاموں کے لیے ڈی سنترالزد انفارمیشن گروپ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے جس کے ہیڈ ٹم–برنرز لی ہیں۔ (ماخوذ)